ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ گگے زئی، سوہدرہ، ضلع گوجرانوالہ

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ

فتنہ خلق قرآن

ترجمہ

کتاب الحیدہ

مؤلفہ

امام عبد العزیز بن یحییٰ کنانی مکی رحمہم اللہ تعالیٰ

مترجمہ

ملک ابو یحییٰ امام خان نوشہروی ایڈیٹر رسالہ گکے زئی

سنہ ۱۳۴۳ھ

باہتمام منشی رحیم بخش صاحب پرنٹر

لاہور پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپی

تعداد اشاعت ایکہزار

قیمت فی جلد ۱۰ر

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ خلق قرآن عہد مامون کی وہ بدترین اختراع ہی جو معتقداتِ شرعیہ میں محسوب ہونیکے بعد رفتہ رفتہ بطور قانون نافذ ہوگئی۔ جسکے استیلا میں عوام توکیا علمائے فحول تک خس و خاشاک کیطرح بہتے چلے گئے حتی کہ اس سیلاب نے دار الحکومت بغداد سے سر نکالکر وادی اُمّ القریٰ کو جا گھیرا"

یہی مثال ہندوستان کی موجودہ حکمران قوم کی ہی جو کسی ایک مسئلہ میں نہیں بلکہ لاتعداد ایسے امور میں جنسے اُسکے ذاتی مفاد کو تقویت پہنچ سکتی ہو، بصورت قانون نافذ کرتی جاتی ہی۔ اور کچھ ایسی ہیجگری سے جسکے استیلا میں محض مسلمان طبقہ توکیا، بدنصیب ہندوستان کی تمام نسلیں بہتی چلی جارہی ہیں، اور جسطرح مامون الرشید کی اس ہمہ ہانی استبدادیت (مسئلہ خلق قرآن) کے مقابلے کیلئے امام عبد العزیز مکی اپنے کم سن بچے کو انگلی سے لگائے ہوئے پایہ تخت بغداد میں وارد ہوا تاکہ وہ اِس کلمۂ حق (اِنَّ کَلَامَ اللّٰہِ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ) کو جسکے اعادہ سے تمام عالمِ اسلام (الا ماشاء اللہ) یکسر مُہر بلب تھا، علیٰ رؤس الاشہاد سُنائے۔ چنانچہ اُس نے بغداد کی جامع رصافہ میں جاکر سُنایا، اور اسپر بس نہ کی بلکہ اُس مستبد حکومت کے دربار میں حامیان

خلق قرآن کے ساتھ مناظرہ کی ٹھان لی۔ چنانچہ وہ مناظرہ کرے رہا۔

بعینہٖ ہندوستان کے موجودہ فرزندان توحید میں سے ظفر الملۃ والدین

مولانا **ظفر علی خان** صاحب بھی کمر ہمت باندھکر اُٹھے، اور اکیلے ہی نہیں

بلکہ امام عبدالعزیز کی طرح اپنے لخت جگر جناب **اختر علی خان** صاحب کو

انگلی سے لگائے ہوئے، تاکہ اس سیل استبدادیت کو روکیں، جس میں اکیلے مسلمان

ہی نہیں بلکہ مادر گیتی کی تمام ذرّیت بہتی چلی جا رہی ہے وہ بھی اُس مقتدا کی

طرح اپنے بچے کو ساتھ لیکر اپنی مولد کرم آباد سے ہجرت کرکے پایہ تخت پنجاب (لاہور)

میں وارد ہو گئے، تاکہ حرّیت و مساوات کا اعلان بنفسہ حکومت اور رعایا دونوں کے

کانوں میں پہنچا سکیں۔ چنانچہ وہ بھی یہ سب کچھ کرکے ہی رہے۔ ان جاں سپاریوں

اور سرفروشیوں کے نتائج میں البتہ تفاوت باقی رہ گیا۔ یعنی امام عبدالعزیز اپنے

لخت جگر کی معیت میں دربار ماموں سے اکرام خسروانہ سے سرفراز ہوکر لوٹے اور

مولانا ظفر علیخاں اور انکے صاحبزادے حکومت پنجاب کے حضور سے پابجولاں ہوکر

واپس پھرے۔ کیوں نہیں ؎

ایک ہنگامے پہ موقوف ہی گھر کی رونق ٭ نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

الغرض حضرت ظفر علیخاں صاحب کو جو صوری و معنوی مماثلت مؤلف کتاب

(کتاب الحیدۃ) امام عبدالعزیز رحمۃ اللہ سے حاصل ہے اسکی بنا پر یہ ناچیز ترجمہ

اُن کی خدمت میں بطور تحفہ ایچی سن پیش کرتا ہوں۔ اگرچہ یہ بھی سمجھتا ہوں کہ زندان فرنگ کی پیچدار اور سر بفلک عمارتیں جنکے اندر وہ دونوں باپ بیٹے اِسوقت اپنی حریت نوازی کی سزا بھگت رہے ہیں، اصلاً اِس تہدیہ یا اسکی اطلاع اُنکے سامعہ عالی تک نہ گزرنے دیں گی۔ مگر ہو اکیا، آخر میں بھی تو ہوں

اُس کا شیدا ہوں کہ جسکو نہ خبر تک پہنچے
معجزہ ہو جو میری آہ اثر تک پہنچے

امام خاں نوشہری

۲۰ - جنوری ۱۹۲۴ء

تمہید

امام عبدالعزیز بن یحییٰ الکنانی مکّی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب ممدوح (مؤلف کتاب الحیدہ) حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ کے ممتاز اتباع میں سے تھے جو مدۃ العمر آپکے خرمن علم و عمل کے خوشہ چیں رہے۔ اگرچہ ان سے اسقدر زیادہ احادیث مروی نہیں مگر اسپر بھی وہ امام سفیان بن عیینہ و مروان بن معٰویہ فزاری وغیرہما بے شمار اساتذہ حدیث سے راوی تھے۔ خود بعض جلیل القدر رواۃ انکے بھی شاگرد ہیں[1]۔ لیکن امام عبدالعزیز اکیلے روایت و تحدیث ہی کے مالک نہ تھے بلکہ اپنے ممتاز متبوعین کیطرح وہ دین حق کی نصرت اور صیانت کے لیئے ہر ایک قسم کے جور و جفا کے لیئے سینہ سپر رہتے جسپر اُمت کی طرف سے انکو ناصر سُنّتہ[2] کا خطاب ملا۔

اسلام کے اس پر آشوب عہد میں جبکہ خلیفہ مامون الرشید نے معتزلہ کی طلاقت لسانی کے فریب میں آکر مسئلہ خلق قرآن کو گویا بطور قانون نافذ کر دیا کہ جس سے بیشتر علماء سرنگون ہو کر اپنی متاع ایمان کو بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ (یوسف) بیچ چکے تھے۔ اور کسی کو اصلاً یارا نہ تھا کہ قدامت قرآن کا حرف تک زبان پر نہ لا سکے۔ چہ جائیکہ اسکا اعلان اور وہ بھی دار السلطنت بغداد میں پہنچکر بنفس دربار مامون الرشید میں کرنے کی جرأت کرے۔ مگر امام عبدالعزیز کا جذبۂ فدویت انکو اپنے کم سن بچے کی معیت میں سر بکف مکہ معظمہ سے بغداد لے پہنچا۔ آہ! آج بھی علماء نے قوت و دولت علم سے تو مالا مال ضرور ہیں مگر جذبۂ جاں نثاری سے یکسر عاری۔ جو اسلام کے موجودہ خذلان کا واحد سبب ہے، واذا فسد القلب فسد الجسد کلّہٗ (الحدیث)

وجہ تہدیہ

اگرچہ مُہدیٰ الیہ جناب معظم ظفر الملّتہ والدّین مولانا ظفر علیخان صاحب ابقاہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے مراسم اور تقارب وطنی سہی۔ مگر ممدوح کو اپنے صاحبزادے مولوی اختر علیخاں صاحب کی ہمنوائی کے ساتھ اعلائے حق میں جو مناسبت حضرت امام عبدالعزیز صاحب مناظرہ اور آنکے سفر انکے لخت جگر کے ساتھ ودیعت ہے، اسکے ہوتے ہوئے اس تہدیہ کو کسی تعلق یا باہمی رواداری پر محمول کرنا تلبیس حق کے مترادف سمجھا جائے گا وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (القرآن)

امام خاں نوشہروی

---

[1] طبقات الشافعیۃ للسبکی جلد اول صفحہ ۲۶۵ [2] ایضاً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از رشحات کلک امام الہند مولانا ابو الکلام صاحب آزاد مدظلہ العالی

اسلام کے ابتدائی عہدوں میں جن مسائل نے سب سے پہلے اختلاف و تفریق کی بنیادیں رکھی ہیں اور مسلمانوں کو کتاب و سنت کے صراط مستقیم اور صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ سے انحراف کی راہ دکھائی ہے ان میں سے ایک معرکۃ الآرا اور شدید الاختلاف مسئلہ خلق و قدم قرآن کا بھی ہے

مسئلہ خلق قرآن

مسئلہ "خلق و قدم قرآن" سے مقصد یہ تھا کہ اللہ کا کلام جو ہمارے پاس ایک کتاب کی شکل میں موجود ہے۔ اس میں الفاظ ہیں اور معانی ہیں۔ الفاظ کی آواز ہے جو مختلف حرکات زبان و اطراف زبان سے بنتی اور نکلتی ہو معانی کے حقائق متصوّرہ ہیں جن کا وجود معقولی بھی ہے اور وجود خارجی بھی۔ پس ان اعتبارات سے قرآن قدیم ہے یا حادث، مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟

اس مسئلہ کو فلسفہ اور فلسفہ دان اقوام کے اختلاط نے پیدا کیا تھا۔ اسلام کی اصلی سرزمین ان لاحاصل اور قوائے عملیہ کو بیکار کرنیوالی کاوشوں سے بالکل پاک تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ان سوالات سے صحابہ کو روکا جو انکی عملی زندگی اور ان کے نصب العین سے انکو ہٹانے والے تھے۔ اسلام نے عمل و سعادت کی ایک ہی سیدھی راہ کھولدی تھی اور چاہتا تھا کہ مسلمان صرف اسی کی راہبری میں مشغول رہیں۔ آپکے بعد تمام عہد صحابہ بھی اسی حال میں بسر ہوا لیکن بنو امیہ کی حکومت نے نظام خلافت اسلامی میں ایک انقلاب عظیم کر کے انکی اجتماعی قوت کی نشو ونما روکدی اور نئے نئے فتنوں اور ہلاکتوں کا دروازہ کھولدیا۔ ایک بڑا فتنہ علوم عقلیہ قدیمہ اور مذہب کا غیر صالح اختلاط تھا۔ ایک طرف تو مسلم عجمی اقوام اپنی تمام پرانی بحثوں اور کاوشوں کو اپنے ساتھ لائیں

دوسری طرف اہل کتاب اور مجوسی علما حکومت اموی کی تمام شاخوں اور محکموں کے حاوی ہو گئے ان لوگوں نے جہاں اپنی مذہبی روایتیں مسلمانوں میں پھیلائیں، وہاں فلسفیانہ مباحث قدیمہ کا وہ دفتر پارینہ بھی کھول دیا۔ جو اسکندریہ و سوریا کے کھنڈروں اور جزیا پورو مدائن کے اطلال و آثار کے اندر مدفون ہو چکے تھے۔

دراصل اس سوال کا پیدا کرنا ہی ایک ضلالت اور مسلک شریعت سے انحراف تھا۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ جس کو خدا کے رسول نے ہم تک پہنچایا ہماری معلومات اس کی نسبت صرف اسی قدر ہے۔ اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کیلئے اتنا علم کافی ہے۔ وہ مخلوق ہے یا قدیم۔ یہ سوال نہ تو خود قرآن نے ہمارے سامنے کیا نہ اللہ کے رسول نے نہ تربیت یافتگان عہد نبوت نے پس جو کچھ ضروری تھا وہ وہی تھا جو بتلا یا گیا۔ جو نہیں بتلایا گیا وہ ضروری ہی نہیں اور اس کی تکرو کاوش میں ہمارے لئے کوئی سعادت نہیں۔

سلف صالح اور محدثین کرام کا یہی مسلک تھا۔ اور صرف اسی راہ میں امن تھا۔ لیکن افسوس کہ مسلمان ان فتنوں سے نہ بچ سکے۔ جو ان سے پہلے کی قوموں میں موجب ضلالت ہو چکے تھے۔

پھر قدم و حدوث کے اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو مسئلہ بالکل واضح تھا اور اس کی حقیقت ایک ہی تھی۔ اللہ اور اس کی تمام صفات کاملہ قدیم ہیں۔ اس کی ایک صفت کلام بھی ہے، قرآن اللہ کا کلام ہے۔ پس حروف و اصوات والفاظ کی جس مرتبہ و منظم شکل میں وہ موجود ہے اسکی حقیقت نظمی و ترتیبی کو بھی قدیم ہی ہونا چاہئے۔

لیکن فلسفیانہ کاوشوں نے ایک صاف بات کو پیچیدہ بنا کر نظر و بحث کی اور راہیں بھی کھول دیں فرقہ معتزلہ نے جو فلسفہ معقولات یونانی سے متاثر ہو چکا تھا۔ اس مسئلہ کو بالکل دوسری نظر سے دیکھا۔ انہوں نے کہا۔ کہ قرآن حکیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اس سے پہلے نہ تھا وہ ایک با معنی عبارت ہے عبارت جملوں سے مرکب ہے۔ جملے الفاظ سے یہ حروف اور یہ الفاظ جب ہماری زبان سے نکلتے ہیں۔ تو ہماری آواز ہوتے ہیں۔ جو اس سے پہلے نہ تھی۔ اور جس کا حدوث ہمارے ہی حلق و زبان سے ہوا۔ پس ان اعتبارات سے قرآن مخلوق ہے قدیم نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں اللہ ہر شے کا خالق ہے قرآن بھی اشیا میں داخل ہے۔ اسے بھی مخلوق ہونا چاہئے۔ ان خیالات سے معتزلہ نے ٹھوکر کھائی۔ انہوں نے

دعوے کر دیا۔ کہ قرآن مخلوق ہے۔ اور اس طرح گمراہی و فساد کا ایک بڑا دروازہ امت پر کھول دیا۔ ان کی ہدایت فلسفیانہ کاوشوں کے اندر گم ہو گئی۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ ان اصوات کا مخلوق ہونا جو انسان کا فعل ہے۔ دوسری چیز ہے۔ اور قرآن کا مخلوق ہونا جو ایک حقیقت نظمی و ترتیبی کا نام ہے۔ بالکل دوسری۔ قرآن حکیم کو کسی اعتبار سے بھی مخلوق و حادث نہیں کہہ سکتے وہ نہ تو حرفوں کا نام ہے۔ اور نہ ان آوازوں کا جو انسان کے حلق سے نکلتی ہیں"۔ الحمد للہ رب العلمین کا حرف اور ہر لفظ اپنی انفرادی حالت میں جو آواز پیدا کرتا ہے اور ان کی حرکات صوتیہ سے جو تموج ہوا کے ذرات میں ہوتا ہے۔ یقیناً حادث ہے۔ ولیکن سلفنا ہی وہ قرآن بھی نہیں ہے۔ قرآن تو اس حقیقت نظمی کا نام ہے۔ جو ان حرفوں کی ایک خاص الٰہی ترتیب و تنظیم سے متشکل ہوئے۔ اور الحمد للہ رب العلمین بن کر لسان وحی پر جاری ہوئی وہ قدیم ہے۔ اس لئے کہ خداوند بھی قدیم ہے ❖

گلستاں کا ہر حرف اور ہر لفظ سعدی کا کلام نہیں لیکن گلستاں سعدی کی ہے۔ اس لئے کہ وہ حقیقت جو انفراد حروف و اصوات کے علاوہ ہے۔ اسی کا نام گلستاں ہوگا۔ اور وہی سعدیؒ کی تصنیف ہے۔

پس قرآن جس کتاب کا نام ہے وہ کسی اعتبار سے بھی مخلوق نہیں ہو سکتی معتزلہ نے اسے مخلوق قرار دے کر ایک طرف تو ان بحثوں کا دروازہ کھولا جو اسلام کے لیے سب سے بڑا فتنہ تھا۔ دوسری طرف قرآن کی الٰہی عظمت و قدوسیت کے اعتقادی اساس کو بھی سخت صدمہ پہنچنے کا امکان پیدا کر دیا۔ قرآن کی ربانی و الٰہی عظمت کا اعتقاد اسلام کی تمام کائنات زندگی کی اصلی روح تھی پس اگر آغاز عہد ہی میں اس کی پوری حفاظت نہ کی جاتی۔ تو بہت جلد وہ وقت آجاتا۔ جب لوگ توراۃ و انجیل کی طرح قرآن حکیم کی عزت الٰہی کو بھی غارت کر دیتے ❖

اللہ تعالیٰ نے فرزندان اسلام کی سب سے بڑی مقدس و حامل شریعت جماعت یعنی محدثین کرام کو اس بدعت مضلہ کے انسداد کیلئے کھڑا کر دیا اور انہوں نے اپنا خون بہا کر اس مسئلہ کے دستبرد سے قرآن حکیم کی حفاظت کی ❖

مسئلہ کی اہمیت

آج کل کے بعض ارباب علم و نظر کا خیال ہے کہ اس قسم کی بحثیں جن کیلئے ہمارے

سلف صالح اور علماء حق نے ایک عظیم الشان داخلی جہاد کیا۔ اور اکثر اوقات اپنی زندگیوں تک کی قربانی گردی محض ایک لفظی نزاع تھی اور صرف سوء فہم و کج ذہنی نے ان کو اہم و وقیع بنا دیا۔

وہ ان لوگوں کی عقلوں پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان سے زیادہ عقلمند ہیں۔ کیونکہ ان بحثوں کی بے وقعتی و بے اثری کو خردمندانہ محسوس کر رہے ہیں لیکن افسوس کہ ہم ان سے متفق نہیں ہو سکتے یہ مسائل جس عہد میں پیدا ہوئے وہ اسلام کی نشو و نما اجتماعی کا ابتدائی عہد تھا اس کے سرچشمے پھوٹ کر بہ رہے تھے اور ایک تنکا بھی انکی راہ میں آجاتا تھا تو خوف ہوتا تھا کہ یہی تنکے جمع ہو کر ایک دن بڑی نہروں کے دہانوں کو بند کر دینگے۔ محدثین کرام نے اس حقیقت کو سمجھا اور اسلام کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ ان کی مثال اس جانباز عاشق کی سی تھی۔ جو اپنے معشوق کے تلووں میں ایک کانٹے کی چبھن بھی دیکھتا ہے تو اس زور سے چیختا ہے گویا اس کے پہلو میں خنجر نے شگاف کر دیا۔ وہ اس ایک ایک تنکے ایک ایک کانٹے اور مٹی کے ایک ایک ذرے کے لئے اپنی گردنوں کو ذبح کرا دینا چاہتے تھے جو اسلام کی راہ میں آجائیں اور اس کی صراط مستقیم کو آلودہ کرنا چاہیں۔ اگر اس وقت اللہ تعالے فرزندان اسلام کی اس سب سے برگزیدہ جماعت کے دلوں کو اپنے الہام سے معمور نہ کر دیتا اور وہ ایک داخلی جہاد عظیم کر کے ان تمام فتنوں کا سد باب نہ کرتے تو آج دنیا میں اسلام کی بھی وہی حالت ہوتی جو دنیا کے تمام محرف و مسخ مذاہب کی نظر آرہی ہے اور اسکی حقیقی تعلیم کو بھی طرح طرح کی بدعات کا سیلاب بہا لے گیا ہوتا۔

آج تمہارا حال یہ ہے کہ اسلام کی گردن پر تلواریں چلتی ہیں تو تمہیں اتنا بھی صدمہ نہیں ہوتا جتنا کسی انگلی کے پوروے میں سوئی کی خلش سے ہو سکتا ہے۔ تم ان پاک روحوں اور خدا کے کلمہ حق کے جانبازوں کی حالت کا کیا اندازہ کر سکتے ہو۔ جو اس کی راہ میں ایک تنکے کے آجانے سے بے چین ہو جاتے تھے۔ گویا ان کے بستر پر دہکتے ہوئے انگارے بچھا دیئے گئے۔

قرآن حکیم کی جس حفاظت و عظمت پر تم آج ناز کرتے ہو یہ در اصل انہیں محدثین کرام کی حق پرستیوں کا نتیجہ ہے جنہوں نے اس کو بھی گوارا نہ کیا کہ کوئی نئی آواز قرآن کیلئے اٹھائی جائے اور کوئی ایسی بات اسکی نسبت کہی جائے جو اس کی غیر انسانی عظمت

کی تنزیہ و تقدیس کو بٹہ لگائے۔

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو یہ مسئلہ محض ایک لفظی نزاع ہی کب تھا معتزلہ کہتے تھے۔ کہ قرآن مخلوق و حادث ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا اعتقاد رکھنا چاہئے۔ اور اس طرح قرآن کے لئے ایک ایسی بات کہتے تھے اور ایک ایسی بات کا اقرار کرانا چاہتے تھے جس کا اقرار نہ تو خود قرآن نے کرایا اور نہ رسولؐ نے کچھ کہا پھر کیا یہ ایک سخت فتنہ نہ تھا۔ جو نئی نئی اعتقادی بدعتوں کا ابلیسی دروازہ کھولتا تھا۔ اور کیا یہ شریعت پر اضافہ کرنا اور اسلامی اعتقاد کی ترمیم نہ تھی۔

محدثین کرام نے جن مقاصد کی بنا پر اس طرح کے تمام فتنوں کی مخالفت کی اور کسی شکل میں بھی ان کو گوارا نہ کیا۔ واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ یکسر صحیح و واقعی تھے ہم دیکھ رہے ہیں کہ انہی مسائل نے بالآخر اسلام کی حقیقی تعلیم کو طرح طرح کی خارجی ضلالتوں سے آلودہ کیا۔ اور ان کوشش کے بعد بھی اسلامی عقاید غیر دینی اثرات و اختلاط سے محفوظ نہ رہ سکے صرف محدثین کرام ہی کا ایک گروہ ایسا نظر آتا ہے جن کے دلوں کو اللہ نے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا کہ نہ تو انقلابات علمی کے موثرات ان کی استقامت حق پر غالب آ سکے اور نہ انسانی افکار اور اوہام کی دل کشیاں اُن کے دلوں کو حمال قرآن و سنت کے عشق سے پھیر سکیں فی الحقیقت یہی وہ پاک جماعت تھی جس کے لئے زبان نبوت نے اول روز ہی حکم سُنا دیا تھا لا یزال من امتی قائمین علی الحق، حتی یاتی امر اللہ وھم الغالبون۔

بہر حال علماء حق اور محدثین کرام نے اس بدعت شدیدہ اور فتنہ عظیمہ کا اس قوت و سرفروشی کے ساتھ مقابلہ کیا کہ تمام دنیا کی حق پرستی و امر بالمعروف کی تاریخ میں اس کے واقعات یادگار رہیں گے۔

اگر یہ مسئلہ صرف عامہ معتزلہ تک محدود رہتا تو پیروان اسلام کے سواد اعظم کے لئے (جو اس کا مخالف تھا) کوئی مصیبت نہ تھی۔ یہ صرف بحث اور دلائل کا میدان ہوتا۔ اور زبان، قلم کا جہاد اس کے لئے کافی تھا لیکن یہ مصیبت تھی کہ حکومت وقت نے اس مذہب کا ساتھ دیا۔ اور بعض خلفائے عباسیہ نے معتزلہ کے ساتھ ہو کر خلق قرآن کے مسئلہ کو بجبر پھیلانا چاہا۔ انہوں نے حکومت کے زور سزاؤں کے اعلان قیدخانوں کی زنجیروں اور جلادوں کی تلواروں کو حرکت دی۔ اس لئے یہ علمی

مسئلہ علمی نہ رہا۔ بلکہ اربابِ حق کیلئے ابتلاء و آزمائش کی ایک ہیبت ناک ہولناکی بن گیا۔

مامون الرشید کا استبداد

خلفائے عباسیہ میں مامون الرشید عباسی ایک عجیب و غریب حکمران گذرا ہے۔ اس کی زندگی میں بعض چیزیں بالکل متضاد جمع ہو گئی تھیں۔ وہ ایک طرف علوم اسلامیہ کا ماہر تھا، عربیت کا کامل الفن تھا، علم و حکمت کا عاشق اور حریت و آزادی کا حامی تھا۔ اس کی حریت پسندی نے دنیا کے مذہبوں کو مطلق العنان چھوڑ دیا تھا الحاد آزاد تھا، ثنویت کی پرستش نہ تھی، مانویت علانیہ ظاہر کی جاتی تھی مزدکیت کیلئے کوئی درہ نہ تھا، یونان و ایران کے جن ملحدانہ مذاہب کو کبھی بھی پناہ نہ ملی تھی۔ وہ بغداد کے گلی کوچوں میں پرورش پا رہے تھے۔

لیکن دوسری طرف کے اندرونی مذاہب و اختلافات کے میدان میں آکر دیکھئے تو ان کے ہاتھ میں استبداد کی بے پناہ تلوار اور زبان پر جبر و قہر کے سخت سے سخت احکام نظر آتے ہیں۔

مامون الرشید کے اسی استبداد داخلی کے سلسلے میں مسئلہ خلق قرآن کا فتنہ عظیمہ بھی ہے۔ جس نے تیسری صدی ہجری میں علماء حق کے لئے ابتلاء و امتحان کا ایک نہایت نازک وقت پیدا کر دیا تھا۔ اس نے معتزلہ کا مذہب خلق قبول کر لیا تھا اور اسی کو حق و باطل اور اسلام و کفر کا معیار قرار دیا۔ اس نے چاہا کہ اپنی حکومت کے جبر و قہر سے لوگوں کو مجبور کرے اور اس چیز کا اقرار کرے جس کیلئے شریعت نے انہیں کوئی حکم نہیں دیا ہے بلاشبہ وہ اپنے بھائی امین الرشید کو قید خانے کی کوٹھری میں قتل کرا سکتا تھا۔ اور یقیناً اس کے بھیجے ہوئے جلادوں کی تلواروں میں یہ قدرت تھی کہ سکین امین کے تکئے کی ڈھال پر غالب آجائیں لیکن اسکی پوری حکومت اور حکومت کی تمام طاقتیں بھی اس سے عاجز تھیں، کہ حاملین شریعت اور علماء حق کے استقامت و ثبات پر غالب آسکیں اور ان کو حق و ہدایت کی اس سیدھی راہ سے ہٹا دیں جس پر ان کا یقین اور نور ایمان انہیں چلا رہا تھا۔

تاہم فتنہ عظیم تھا۔ اور اس کے قہارانہ نتائج نے وہ سب کچھ کیا۔ جو ایسے

مواقع میں ہمیشہ ہوا ہے۔ بہت سے علماء حق قید ہوئے بہت سے جلا وطن کیے گئے۔ بعض خاک و خوں میں بھی تڑپے۔ اور بہتوں کے قدم جادۂ اثبات سے ڈگمگا بھی گئے۔

فتنہ کی ابتداء

غالباً ربیع پہلے سنہ ۲۱۲ ہجری میں مامون الرشید نے خلق قرآن کے مسئلہ کا سرکاری طور پر اعلان کیا۔ اور دار الخلافت میں بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہوا۔ لیکن جبر و تشدد کی ابتداء سنہ ۲۱۸ ہجری سے نظر آتی ہے جبکہ مامون الرشید پوری قوت کے ساتھ آمادہ ہو گیا تھا۔ کہ تلوار کے زور سے خلق قرآن کا مذہب مسلمانوں میں پھیلائے۔

چنانچہ اسی سنہ میں اس نے ایک فرمان اسحاق بن ابراہیم گورنر بغداد کے نام بھیجا۔ فرمان کا مضمون یہ تھا۔ کہ تمام علمائے شہر کو جمع کرو۔ جو لوگ خلق قرآن کا اقرار کریں انہیں چھوڑ دو۔ جو انکار کریں ان کی نسبت خبر کرو پھر دوسرا فرمان بھیجا۔ کہ بشر بن ولید الکندی قاضی القضاۃ اور ابراہیم بن مہدی اگر انکار کریں تو قتل کر دیے جاویں۔ لیکن ان کے علاوہ دیگر منکرین خلق قرآن کو صرف قید کر دیا جائے۔ (ابو الفداء جلد دوم صفحہ ۱۳۱)

ابراہیم بن مہدی کے قتل کا تو پولیٹیکل اسباب سے وہ خواستگار ہی تھا۔ لیکن بشر بن ولید کے لیے قتل کی سختی اس لیے تھی کہ قاضی القضاۃ تھے۔ افسوس کہ ان دونوں کا اثبات اس پہلی ہی آزمائش میں ہلاک ہو گیا۔ اور خلق قرآن کا اقرار کر کے اپنی جان بچالی۔ اور بہت سی کمزور روحوں نے ان کا ساتھ دیا۔ لیکن علماء حق کی ایک مقدس جماعت ایسی بھی تھی۔ جس کے لیے حکومت کی تلواروں اور دنیوی عقوبتوں کے فرمانوں سے بڑھ کر خدا کا فرمان سینہ و سطوت رکھتا تھا۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور قید خانے کی بیڑیاں خوشی خوشی پہن لیں اس جماعت حق کا سرتاج وہ وجود مقدس و مبارک تھا جس کو شریعت کے احیاء و تجدید اور کتاب و سنت کے مسلک قدیم کے اعلان و حفظ کی خدمت درگاہ الٰہی کے سپرد ہوئی تھی۔ جس کی قربانی کو خدا نے اس فتنہ کے استیصال کیلئے روز ازل ہی سے چن لیا تھا۔ یعنی حضرت احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ جو فی الحقیقت تمام آئمہ سلف میں اپنی مخصوص فضیلتوں کی بنا پر ایک ہی شخص ہیں۔ جن کو امام اہل سنت والجماعت کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

جامع رصافہ

اس واقعہ کے بعد ہی مصائب و محن کا ایک سیلاب اُمنڈ آیا۔ اور تمام بغداد کانپ اٹھا علماء کے لئے صرف دو ہی راہیں تھیں یا اس چیز کا اقرار کریں جس کا اقرار ان سے شریعت نے نہ کرایا۔ یا جلاد کی تلوار دیکھیں۔ اور قید خانوں کی زنجیروں سے ہم آغوش ہوں۔ بہتوں نے بغداد سے ہجرت کی۔ بہتوں نے گھر سے نکلنا بند کر دیا۔ بہتوں کی عزلت گزینی یہاں تک بڑھی کہ جمعہ جماعت کی شرکت ترک کر دی لیکن کسی کو اس کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ مامون الرشید کی سطوت و جلال کے مقابلے کیلئے اٹھے اور اس جبر و قہر اور تسلط غیر شرعی سے اُسے روکے +

مامون نے گذشتہ واقعات پر ہی قناعت نہ کی بلکہ استبداد و جبر کا ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ بغداد کی سب سے بڑی مسجد (جامع رصافہ) تھی جو رصافہ کے شرقی جانب واقعہ تھی اور جس کا صحن ہمیشہ علماء ملت کے درس و عظ کی مجلسوں سے پُر رہتا تھا مامون نے حکم دیا کہ فقہا و محدثین میں سے کوئی عالم مسجد میں درس نہ دے۔ اور نہ لوگوں کے مجمع میں بیٹھے۔ صرف بشر مریسی اور محمد بن جہم کیلئے یہ منصب مخصوص ہے جو اکابر معتزلہ اور خلق قرآن کی دعاۃ میں سے تھے +

انہیں دونوں شخصوں کے ہاتھ میں تمام فقہا و محدثین کی موت و حیات کا رشتہ دیدیا تھا۔ جو عالم مسئلہ خلق قرآن کی مخالفت میں ایک لفظ بھی زبان سے نکالتا تھا پولیس اُسے گرفتار کر لیتی تھی۔ اور انکے سامنے لیجاتی تھی۔ وہ جو حکم دیتے تھے اسکی معاً تعمیل کی جاتی تھی علماء کا ایک بہت بڑا گروہ جو اپنے اندر سچائی کے لئے دکھ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا بظاہر ان کا ہم زبان بن گیا تھا اور نفاق کی سپر پر انکی تلوار کو روکتا تھا +

(البلاغ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فتنہ خلقِ قرآن

امام عبدالعزیز بن یحییٰ بن مسلم الکنانی المکی کی زبانی

مسئلہ خلق قرآن کا استیلا

دار السلطنت بغداد میں بشر بن غیاث مریسی نے خلق قرآن اور دیگر مخترعات بدعیہ سے وہ حشر برپا کر رکھا تھا کہ جس سے ایک طرف اس نے اگر امیر المومنین مامون الرشید اور اس کے معتمدین حکومت کو اس افترا پر متفق کر لیا۔ تو دوسری طرف عامۃ الناس سے بھی علی الطوع کہلوا کر کلام اللہ کے حادث پر اقرار لیا جانے لگا۔ وہ عجیب زمانہ تھا جب کہ مسلمان ایک ایسی انوکھی ابتلا و آزمائش میں مبتلا تھے۔ جو ان کو ہدایت و رشد سے ہٹا کر ضلالت و کفر پر لے آئی۔ کسی کو تاب نہ تھی۔ کہ مناظرہ کے لئے بشر مریسی اور اس کے رفقا کے سامنے آنے کی جرأت کرے کیونکہ اسوقت ایسی جسارت قتل و موت کی مترادف بن چکی تھی۔ فرزندان توحید گھر کی چاردیواری میں محصور سا علمائے کلمۃ الحق سے صلوٰت اور جمعہ و جماعت تک کے تارک بنے بیٹھے تھے۔ مگر اس پر بھی بشر کی فتنہ سازیوں سے نجات نہ ملتی اور ایمان و جان کی حفاظت کیلئے ناچار جنگلوں میں سر چھپانا پڑتا۔ کیونکہ جہال اور طالبین دنیا میں کا ایک جم غفیر بشر مریسی کی اس دعوت ضلالت و کفر کو قبول کرتا ہوا منکرین کی تزدیر و تحذیر میں ہر وقت کوشاں رہنے لگا جہاں بھی کوئی ایسا شخص ملا کہ جسکو کلام اللہ کے قدیم ہونے پر اصرار تھا۔ معاً گرفتار آلام کر دیا جاتا۔

خلق قرآن کی سمیت

کا اثر

فضائے ام القریٰ پر

بشر کی اس اختراع نے فضاء اسلام کو کچھ اس طرح سم آلود کر رکھا تھا۔ کہ جب اس کے اثرات سمیہ نے مکہ تک کو محیط کرنا شروع کر دیا۔ تو امت محمدیہ کی تذلیل و تحقیر مجھ سے دیکھی نہ گئی میرے جذبات ایمانی میں ایک عجیب قسم کا تموج پیدا ہو گیا۔ دن کو قرار تھا نہ رات کو چین۔ افکار و آلام نے مجھے ہر طرف سے گھیر لیا ہے۔ آخر الامر ایک رات میں نے گھر کو خیر باد کہتا ہوا۔ اللہ عزوجل کی رضا و خوشنودی کی تلاش میں جادۂ پیما ہو کر مکہ سے بغداد کا قصد کر لیا۔

بلد الحرام سے بغداد

جب میں بغداد پہنچا۔ تو وہاں ان کیفیات محزونہ کا عالم اور بھی سوا نظر آیا۔ جو کہ میرے مولد مکہ میں رونما تھیں۔ مخلوق اللہ پر جب شدائد کا معائنہ ان آنکھوں سے کیا تو میرا خوف اور بھی بڑھ گیا۔ میں نے اللہ عزوجل کی حضور میں عاجزی اور فروتنی کے ساتھ سر نیاز جھکا دیا۔ اور دعا کی۔ کہ بار الہا! ان گوناں گوں فتن و محن میں تو ہی مددگار ہے۔ مجھے اپنی علمیت پر اعتماد نہیں۔ تو مجھے اپنی کتاب کا صحیح فہم عطا فرما۔ کیونکہ تیری کرم گستری کے بغیر یہاں کوئی سہارا نہیں۔ اعلائے کلمۃ الحق کیلئے تو اپنے کرم سے شرح صدر فرما! اور زبان کو طاقت گویائی عطا کر۔ بارے رب العلمین نے میری الحاح و زاری کو شرف قبولیت بخشا اور مجھے دعا کی اجابت سے متعلق گونہ طمانیت سی ہو گئی۔ اسکے بعد میں نے اہالیان بغداد میں سے کسی کے آگے اظہار مدعا کی ضرورت نہ سمجھی اور میں اس طرح اپنے مقصود کو چھپاتا ہوا موقع کی تلاش میں رہا۔ کیونکہ اس وقت اصلاً یہ مناسب نہ تھا۔ کہ راز دل زبان پر لا کر قبل از وقت موت سے دوچار ہو جاؤں در اصل میرا لائحہ عمل یہ تھا۔ کہ میں جمعہ کے روز جامع مسجد بغداد میں علی رؤس الاشہاد اپنا ما فی الضمیر ظاہر کروں کیونکہ مجھے باور تھا۔ کہ اس طرح اعلان حق کرنے پر میرے مخالف بغیر مناظرہ کے ہرگز میرا قتل روا نہ رکھینگے۔

جامع رصافہ میں تدریس الحاد

ادھر بشر مریسی کے استبداد و مظالم کا یہ حال تھا۔ کہ اس نے تمام فقہا محدثین بغداد کو جامع رصافہ میں حلقہ درس و تدریس سے روک کر اس سعادت کو صرف اپنے یا محمد بن جہم اور ایسے ہی چند دیگر ہمنواؤں کیلئے خاص کر رکھا تھا جن کے افادات کا یہ عالم تھا کہ وہ جامع رصافہ

کے اندر مسند علم پر متمکن ہو کر مسلمانوں کو کفر و ضلالت کی تلقین کرتے۔ اور اگر کوئی شخص مجلس درس میں ان کے خلاف ایک حرف بھی زبان پر لاتا۔ تو وہ علانیہ یا در پردہ موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔ یا خفیہ طور پر کسی اور جگہ منتقل کیا جا کر اجل سے دوچار کرا دیا جاتا۔ آہ کیونکر بتاؤں! کہ کتنی لاتعداد مخلوق اس طرح جام اجل سے شکم سیر کی گئی کہ کسی کو ان کا پتہ تک نہ چلا۔ کس قدر وہ لوگ تھے۔ جن کو گوناں گوں عقوبتوں میں ان ظالموں نے مبتلا کئے رکھا۔ پھر ان میں سے کتنے وہ علما تھے جو جان کے خوف سے حق کی حمایت سے پھر کر ان کے ہمنوا بن گئے۔

جامع رصافہ میں میرا اعلائے کلمۃ الحق

خدا خدا کر کے جمعۃ المبارک آیا۔ میں اپنے کم سن بچے کے ساتھ جس کو میں اظہار حق میں بطور معاون کے مکہ معظمہ سے ہی اپنے ہمراہ لایا تھا۔ جامع رصافہ میں فریضۃ الجمعہ کیلئے پہنچا۔ اور اگلی صف میں منبر کے پاس جگہ لی تاکہ اظہار مدعا کے وقت تمام حاضرین مسجد مجھے دیکھ سکیں اور میری آواز با آسانی سن لیں۔ الغرض امام نے سلام پھیرا۔ اور میں معاً اٹھ کھڑا ہوا۔ ادھر میں نے اپنے لڑکے کو مسجد کے ایک دوسرے ستون کے پاس نماز پڑھنے کے لئے کر رکھا تھا۔ لڑکا مجھے کھڑا دیکھ کر خود بخود ہی کھڑا ہو گیا۔ اب میں اس قدر بلند آواز میں کہ جس سے تمام حاضرین کے کان آشنا ہو سکیں۔ لڑکے سے سوال کیا۔

رصافہ میں اپنے کمسن بچے سے سوال

میں۔ میرے بچے! قرآن کریم کے مخلوق ہونے کے متعلق تیرا کیا ایمان ہے؟

لڑکا۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اسی کی طرف اترا ہے۔ اور وہ غیر مخلوق ہے۔ مگر وہاں کلام اللہ غیر حادث کی سماعت تک جرم تھی جھٹ نمازی مسجد اس خوف سے کہ مبادا سننے ہی کے قصور پر بشر اور محمد بن جہم کے لپیٹے میں آ جائیں۔ مسجد سے بے تحاشا اٹھ بھاگے۔ البتہ معدودے چند نفوس باقی رہ گئے۔ مگر یہ وہ لوگ تھے۔ جو مجھ ایسے شوریدہ سروں کی عداوت کرنے پر متعین تھے۔ ابھی لڑکے کا جواب ختم بھی نہ ہوا تھا۔ کہ انہوں نے مجھے اور اس بچے کو گھیر لیا۔ اور امام جامع عمرو بن مسعدہ کے سامنے لے گئے۔ جو ابھی اپنے مصلے پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔

ہماری گرفتاری اور امام رصافہ کی عدالت میں پہلی پیشی

عمرو بن مسعدہ جو بنفسہ میرا اور میرے بیٹے کا مکالمہ سن چکا تھا۔ اس نے اسی جگہ بار بار ہمارا مدعا دریافت کرنا تو مناسب یا ضروری نہ سمجھا۔ مگر بغرض زجر و توبیخ کہنے لگا۔

عمرو۔ کیا تم مجنوں ہو؟

میں۔ نہیں!

عمرو۔ یا تمہیں وسوسہ کا مرض ہے؟

میں۔ نہیں!

عمرو۔ تو پھر تم سٹھیا گئے ہو؟

میں۔ بلکہ الحمد للہ میں مستقیم العقل، صاحب الفہم و صحیح الادراک ہوں۔

عمرو۔ کیا تم مظلوم ہو جو اسی طور پر دارسی کی طرح ڈالی ہے؟

میں۔ یہ بھی نہیں!

گویا

واں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں ۔۔۔ یاں ایک خامشی مری سب کے جواب میں (مترجم)

میرے اس بیباکانہ اظہار حق پر عمرو بن مسعدہ سے جب کچھ بھی کرتے دھرتے بن نہ آیا۔ تو جھلا کر خدام کو حکم دیا کہ اچھا! ان دونوں شاہی مجرموں کو پابجولاں ہماری عدالت میں حاضر کرو۔

امام جامع کی عدالت میں دوسری پیشی

عمرو خود یہ کہہ کر چلتا بنا۔ اور اس کے چلے جانے کے بعد فوراً خدام نے ہمیں حراست میں لیتے ہوئے مسجد سے نکالا۔ ہم دونوں کو دائیں بائیں پکڑتے اور گھسیٹتے ہوئے امام جامع کے مکان پر لے گئے۔ اطلاع کرنے پر اس نے حاضری کا حکم دیا۔ اس وقت عمرو ایک لوہے کی غلاف دار کرسی پر متمکن تھا۔ اور ہم اس کے سامنے مجرمانہ حیثیت میں پیش۔ اس نے بغیر کسی ضابطہ کی کارروائی کے اس طرح سماعت شروع کی۔

عمرو۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

میں۔ میں ساکنین مکہ سے ہوں!

عمرو۔ تم نے اپنی جان کے دشمن بننے میں کیا مصلحت دیکھی؟

میں۔ میرا مطلب اس سے حضرت اللہ عزوجل کا قرب اور حضوری ہے۔

عمرو۔ پھر تم نے اپنا یہ عقیدہ اپنے ہی تک محفوظ کیوں نہ رکھا معلوم ہوتا ہے کہ تم امیر المومنین کی مخالفت سے اپنی شہرت اور ریا کے طالب ہو۔ اور چاہتے ہو کہ اسی طریقہ سے جلب منفعت کی جائے۔

میں۔ بلکہ میری غرض اس سے یہ ہے کہ امیر المومنین کے سامنے ہی مدعیان خلق قرآن کے ساتھ ایک علم مناظرہ کر سکوں۔

عمرو۔ تم مناظرہ کی تاب رکھتے ہو!!!

میں۔ بیشک! صرف میں اسی لئے دارالسلطنت میں وارد ہوا ہوں۔ اور محض اسی غرض سے میں نے اپنے کو اس وقت تمہارے سامنے مجرمانہ حیثیت میں پیش کیا ہے۔ ہم دونوں کو یہ قطع مسافت محض اسی پر مبنی ہے۔ کہ مجھے جو کچھ بارگاہ الٰہی سے قرآن کریم کی تفقہ ودیعت ہے۔ اس کو علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر کروں تاکہ میری عفت کے ساتھ علماء خصر بھی اس عقائد سے مصئون رہ سکیں۔

عمرو۔ اگر تمہارا مقصود اس کے سوا کچھ اور ہے تو میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم امیر المومنین کے سامنے جا کر ناچار اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

میں۔ بیشک اگر میں امیر المومنین کے دربار میں پہنچنے کے بعد بجز مناظرہ خلق قرآن کسی ذاتی غرض کا اظہار کر دوں تو آپ گواہ رہیں کہ میں بلا دلیل واجب القتل قرار دیا جاؤں۔

دربار شاہی کے لئے ہمارا چالان

عمرو میری طرف سے ایسی کڑی شرط سنکر بے ساختہ بول اٹھا۔ ہاں! ہاں! یہ بالکل درست ہے اس پر عدالت برخاست کر دی۔ اور خدام کو حکم دیا۔ کہ ان کو ہمارے ساتھ لے آؤ۔ اب سرکاری سپاہیوں نے ہم دونوں کو اسی طرح ہانکنا شروع کیا جس طرح ہمیں جامع مسجد سے عمرو بن مسعدہ کی عدالت میں گھسیٹ کر لائے تھے۔ بدنصیبی سے عمرو بن مسعدہ کی عدالت بغداد کے مغربی جانب پر واقع تھی اور محلات شاہی شہر کی مشرقی سمت پر جس سے بعد مسافت اور خدام کی سختیوں نے ہمیں بے طرح درماندہ کر دیا۔ آخر ہم شاہی ڈیوڑھی میں لا کر کھڑے کر دیئے گئے۔ خود عمرو امیر المومنین مامون کے پاس گیا۔ جہاں سے وہ بہت دیر کے بعد واپس لوٹا۔ اور آ کر اپنی نشستگاہ میں جا کر جو وہاں اس کے لئے مخصوص تھی ہمیں حاضری کا حکم دیا۔ پھر کہا کہ ہم نے تمہارا تمام ماجرا امیر المومنین زاطال اللہ بقاءہ وادام امرہ) کو عرض کر دیا ہے۔ تمہارا جابع رضا فرمین علیٰ رؤس الاشہاد اعلان اور مناظرہ کی خواہش بھی حضور والا کے گوش گزار کر دی گئی ہے۔ امیر المومنین نے تمہاری استدعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے مناظرہ کی منظوری بھی عطا فرما دی ہے جو اس آنے والے یوم الاحد (دوشنبہ) کو دربار معلّے میں ہوگا جس میں تمام علماء سلطنت موجود ہونگے اور فریقین کے درمیان حکم بنفسہٖ امیر المومنین

ہیں نے یہ مژدہ جانفزا سن کر ذاتِ صمدیت کا بیحد شکر ادا کیا اور امیر المومنین کیلئے دعائے مغفرت مانگی ۔

تاریخ معینہ پر حاضری کے لئے طلب ضمانت

مگر عمرو نے ایک اور شاہانہ حکم لگا دیا۔ کہا کہ تم تاریخ معینہ تک اپنی حاضر ضمانت پیش کرو کیونکہ اس سے ہم تمہاری حراست سے مستغنی ہو جائینگے ۔

ہیں ۔ آپ فرمانے بھی کیا ہیں ۔ اول تو میں ایک ایسا غریب الوطن ہوں جس کو اس بھرے شہر میں کوئی پہچانتا نہیں ۔ کاش ! اگر کوئی صورت بنتی ممکن بھی تھی تو یہ حیثیت جس میں میں نے خود کو یہاں پیش کیا ہے اس کے ہوتے ہوتے کوئی بھی میری ضمانت دے سکتا ہے ؟

عمرو ۔ اچھا ہم اس کو ضامن ٹھہراتے ہیں جو تمہارے ساتھ ہے ۔ کہ وہی تم کو تاریخ مقررہ پر حاضر کریگا (یعنی اللہ تعالیٰ کو) ۔

یہ کہکر اس نے پھر فہمائش و نصیحت کا آغاز کیا ۔ کہ تم اس وقت تک اپنی اس جسارت کے عواقب پر خوب غور کر سکو گے ۔ کیا اچھا ہو اگر اس تمرد و عصیاں سے تائب ہو کر راستی پر آجاؤ ۔ اگر تم کو یہ سعادت نصیب ہو سکی ۔ تو امید ہے ۔ کہ امیر المومنین بھی تمہاری گذشتہ دلیری سے درگذر فرمائینگے ۔ ہیں نے اس قسم کی ضمانت پر عمرو بن مسعدہ کا شکریہ ادا کیا ۔ اور اسکی نصیحت کا جواب دینا عبث سمجھا ۔

تاریخ مقررہ پر ہماری طلبی عمرو کی نصیحت اور مزید ملاطفت

دوشنبہ کے روز ابھی ہیں ادائے نماز سے فارغ ہوا تھا ۔ کہ مسجد میں عمرو بن مسعدہ کا ایک نائب بے شمار سپاہیوں کی معیت میں آدھمکا کہ مجھے مامون کے دربار میں مناظرہ کیلئے حاضری کا حکم دیا ۔ بلکہ اس مرتبہ وہ میری تکریم کیلئے ایک سواری بھی ساتھ لے آئے تھے ۔ جس پر ہم دونوں ان کے ہمراہ روانہ ہوئے ۔ ہمیں محلات شاہی کی ڈیوڑھی پر بٹھا کر وہ خود اندر گیا ۔ تاکہ عمرو بن مسعدہ کو بھیجے جس نے حسب معمول سابق اپنی نشست گاہ پر بلا کر پھر میرا مافی الضمیر دریافت کیا ۔ اور تلقین شروع کی ۔ عمرو بن مسعدہ کا سلوک نسبتاً اچھا تھا مجھے پاس بٹھا لیا اور کہا عمرو ۔ تم اپنے سابق اعتقاد پر قائم ہو یا رجوع کر لیا ہے ؟

ہیں ۔ بلکہ میں علی حالہ اس پر قائم ہوں البتہ توفیق الہی نے مجھے اپنے اس اعتقاد پر مزید بصیرت عطا فرمائی ہے ۔

عمرو۔ تم بھی عجیب آدمی ہو کہ خواہ نخواہ خود کو ایک ہلاکت آفرین امر کیلئے پیش کرتے ہو جس سے تم اصلاً ہنپ نہیں سکتے۔ کیونکہ اس میں منشاء امیر المومنین کی مخالفت مضمر ہے اس پر یہ کہ تم مخالفین پر غالب بھی آسکو گے جس کا مآل یہ ہوگا۔ کہ تلوار تمہارا فیصلہ کر دیگی۔ اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ تم میدان مناظرہ میں اترنے سے پہلے اپنے معاملہ میں پھر غور کر لو کیونکہ اگر مخالفین تم پر غالب آگئے تو اس وقت کی ندامت تمہارے آڑے آئیگی۔ نہ تم کو عفو سلطانی ہی سے بہرہ نصیب ہو سکیگا۔ مجھے حتماً تمہاری ذلت کا یقین ہے جس سے مجھے تم پر رحم آتا ہے۔ اگر اب بھی اس اقدام سے رک جاؤ تو میں امیر المومنین ایدہ اللہ سے تمہارے لئے سفارش کرکے عفو طلب کر سکتا ہوں اور اگر تم کسی وجہ سے کسی ظالم کیطرف سے ستائے گئے ہو تو بھی مجھے صاف صاف کہہ دو میں اس میں بھی تمہاری اعانت کر سکتا ہوں۔ اور اگر زر و مال کی ضرورت ہو تو اس میں بھی مجھ سے مدد مل سکتی ہے میں ایک مرتبہ پھر کہتا ہوں کہ مجھے تمہارے مآل کا بہت خیال ہے جس کیلئے میں نے اس وقت نصیحت کی مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالے تمہیں میرے توسل سے فائز المرام کرے گا اور اپنی اس لغزش سے متنبہ ہو جاؤ گے۔

میمون: خدا آپ کو اس نصیحت کی جزا عطا فرمائے مگر میں ابھی تک عزائم پر غیر متزلزل طور پر قائم ہوں میں اپنے مولد سے اسی لئے نکلا ہوں کہ مجھے یہ موقعہ اور یہ مجلس جو ابھی نصیب ہونے والی ہے میسر ہو تا کہ میں تبلیغ حق کا فرض ادا کر سکوں۔ اور یہ سعادت اصلاً نصیب نہیں ہو سکتی مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ اسی پر میرا بھروسہ ہے وہی مجھے کافی ہے۔ اور یہی کارساز ہے۔ یہ سنکر اس جواب سے عمرو کلیتہً مایوس ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا افسوس! میں نے تمہاری بہبودی و فلاح میں ہر چند سعی سے کام لیا مگر تم نے کہ اپنی جان سے ہی خود ہاتھ دھو کر چکے ہو میری مساعی کی کچھ قدر و منزلت نہ کی میمون نے کہا بیشک آپ نے میری بہتری و خیر اندیشی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرمایا۔ مگر میرے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی معاونت بہت اعلیٰ ہے جس کی ذات سے ہمہ وقت متوقع ہوں۔ کہ وہ مجھے اس نازک موقع پر نہ تو فراموش کرے گا۔ اور نہ مجھے میری ذاتی استعداد اور قابلیت پر ہی چھوڑ دیگا۔

اسی طرح امیر المومنین کی نصفت شعاری سے امید ہے۔ کہ وہ حق و باطل میں کما ینبغی تمیز فرما کر فیصلہ کر دینگے۔

اعلان مناظرہ

اور

جملہ افواج و اسلحہ جات کی نمائش

جب عمرو بن مسعدہ میرے استقلال سے مایوس ہو چکا۔ تو مجھے مجلس مناظرہ میں لے چلنے کے لئے مجبور تھا۔ ادھر پہلے سے شاہی سواروں کو اس امر کے لئے شہر میں مامور کیا گیا کہ وہ تمام فقہا، و علمائے متکلمین کو وقت پر مناظرہ میں مشارکت کی تاکید کر دیں۔ جو اس اثنا میں جوق در جوق محل شاہی میں چلے آ رہے تھے۔ اس روز شہر کے بازاروں اور تمام شاہراہوں پر مسلح افواج مصروف گشت کر رہی تھی۔ کیونکہ ایک طرف میری جراءت بسالت تھی جس کی وجہ سے میں اپنے معصوم بچے کو لیتا ہوا سر بکف میدان مناظرہ میں ایک ایسے مسئلہ کے خلاف نقد و بحث کی غرض سے اتر پڑا جس پر ایقان ایمان کا شائبہ بھی قانوناً کفر و ضلالت کا ساوی قرار پا چکا تھا۔ اور دوسری طرف نہ صرف میری ہی بلکہ جملہ رعیت کی ترہیب و تخویف کیلئے بشر و محمد اور ان کے غاشیہ بردار ہر ایک قسم کے احتشام و تجمّل سے کام لے رہے تھے۔ آخر وہ اپنے مکاید اور سطوت و جبر دست سے تمام مسلمانوں پر اپنی اختراع کا سکہ جما چکے تھے۔ ان کے لئے اس سے بڑھ کر نازک ترین وقت آ بھی کیا سکتا تھا۔ کہ مجھ ایسا خانماں برباد یوں دلیرانہ باب خلافت میں اس طرح در آئے جیسے ایک شیر مستاں اور اس بے باکی کیساتھ انکے خلاف اعلائے حق کی جراءت کرے پھر اس کا سب سے بڑا مطالبہ بھی یہ ہو۔ کہ مسئلہ متنازعہ فیہ پر خود دربار مامون میں تبادلہ خیالات کا خواہاں ہو۔ اور اپنی ہزیمت پر اس نے اپنی موت کا فتویٰ بھی خود ہی تسلیم کر لیا ہو الحاصل اس وقت نمائش اسلحہ جات و حرکات افواج کا عجیب عالم تھا۔ جس سے تمام اہلی شہر ترساں نظر آ رہے تھے۔

علماء بغداد جب شہر کی ہر ایک سمت سے کھچکر مجلس مناظرہ میں پہنچ گئے۔ تو اس وقت ایک عام منادی کرا دی گئی۔ کہ جہاں جو شخص کھڑا ہے مجلس کے اختتام تک علی حالہٖ میں کھڑا رہے تاکہ مناظرہ کا مآل دیکھ اور سنکر واپس لوٹے ÷

دربار مامون اور مجلس میں باریابی کا حکم

یہ تمام کر و فر میں نے ان آنکھوں سے دیکھا۔ جو گویا مجھے عمداً دکھایا گیا۔ تاکہ مجھ پر اس شان و شوکت کا بھی رعب پڑ سکے۔ جب مجھے داخلہ کا حکم دیا گیا۔ تو کتنی ہی دہلیزیں

عبور کرکے میں ایک پردہ کے قریب پہنچا۔ جہاں دربان نے مجھے روک لیا۔ اور اپنے حجرہ میں لے جاکر کہا۔ اگر تم وضو کرنا چاہو۔ تو پانی موجود ہے۔ میں پہلے سے باوضو تھا۔ صرف چار رکعت نفل پر اکتفا کیا۔ دعا مانگی۔ پھر اسی حاجب نے کہا۔ تم استخارہ کرلو۔ اس کے بعد اس نے آخری دروازے کا پردہ اٹھایا۔ اور مجھے اس صحن میں جہاں خلیفہ مامون الرشید علمائے شہر اور دیگر اراکین وحضار موجود تھے۔ داخل کیا گیا۔ اس وقت بھی عوام نے میرے ساتھ نہایت ناروا سلوک کئے۔ بعض تو میرا ہاتھ کھینچکر مجھے گھسیٹتے کسی نے بازو پکڑکر جھٹکا دیا۔ ایک نے پیچھے سے دھکیلا تو دوسرے نے گردن پکڑ کر مجھے وہیں دبوچ لیا جس سے میرے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوگئے۔ اچانک امیرالمومنین نے میری طرف دیکھا۔ اور بآواز بلند لوگوں کو میری اذیت سے منع کیا۔ کہ بلا تکلف آنے دو۔ اور ان کے واسطے میرے پاس بیٹھنے کیلئے جگہ بناؤ۔ میں نے السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہا۔ اور جواب میں مامون نے وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ مجھے قریب ہونے کا حکم دیا۔ میں قریب جا بیٹھا۔ پھر کہا۔ اور بڑھو۔ میں اور آگے سرک گیا۔ پھر اور بھی بڑھکر بیٹھنے کا تقاضا کیا۔ اور بار بار "اُدْنُ" "اُدْنُ" (قریب شو قریب شو) کہتے جاتے یہانتک کہ میں اُس مجلس میں پہنچ گیا۔ جہاں فریق مناظرہ کے دیگر علماء جمے ہوئے تھے۔ اب مامون نے بنفسہٖ بیٹھنے کا ارشاد کیا۔ اور میں بیٹھ گیا۔ صحن میں اسلحہ جات اور لوازمات شاہی کی جو نمائش ہو رہی تھی اس سے میں اور بھی مرعوب ہونے لگا۔ کیونکہ میری آنکھوں نے اس سے پہلے کبھی ایسا احتشام نہ دیکھا تھا۔ اسی عالم میں حضار مجلس میں سے ایک صاحب نے مامون سے کہا۔ "اے امیرالمومنین ایسے کریہ المنظر کے ساتھ حضور نے مناظرہ کا اہتمام فرمایا ہے"۔ میں نے اس کی اس تنقیص پر بظاہر کوئی اعتنا نہ کیا۔ مگر اس بیباکی پر دل ہی دل میں ششدر بھی تھا۔ کہ اسی اثناء میں مامون نے نظر تعمق میری طرف دیکھا۔ میں رعب وجلال سے مرعوب ہوکر کانپ رہا تھا۔ میری تسکین خاطر کیلئے مامون نے پہلے تو عمرو بن مسعدہ امام مسجد کے ساتھ سلسلہ گفتگو شروع کیا۔ کہ بظاہر صورت حال سے جس کو کوئی مناسبت نہ تھی۔ پھر دیوان کی چار دیواری اور اس کے سقف پر نظر دوڑائی۔ جو ایک ایسے مقام پر پڑی جہاں سے چونے کا گچ اُبھر آیا تھا +

مامون۔ عمرو۔ یہ کیا ہوا؟ (اس طرف اشارہ کرکے) کہ یہاں سے یہ گچ کیوں اوپر اُبھر آیا ہے۔ مبادا یہ علیحدہ ہوجائے۔ تم جلدی اس کی مرمت کرالو +

عمرو۔ خدا تعالٰے کاریگر کے ہاتھ قطع کردے۔ وہ اس غفلت کے گونہ سزا کا مستحق ہوگیا ہے +

مامون سے میری گفتگو

اس کے بعد مامون میری طرف متوجہ ہوا اور کہا۔

مامون۔ تمہارا نام؟

میں۔ عبدالعزیز۔

مامون۔ کس کے بیٹے ہو؟

میں۔ ابن یحییٰ ابن مسلم۔

مامون۔ قبیلہ؟

میں۔ کنانی۔

مامون۔ (تعجب کے ساتھ) تم قبیلہ کنان میں سے ہو!

میں۔ جی،

مامون۔ وطن کونسا ہے؟

میں۔ حجاز۔

مامون۔ کونسا حصہ؟

میں۔ مکہ۔

مامون۔ وہاں مکہ میں سے کسی کو جانتے بھی ہو؟

میں۔ امیرالمومنین! ساکنین مکہ میں سے تو ہر ایک سے میری شناسائی ہے۔ البتہ جو لوگ مسافرانہ حیثیت یا مجاورۃ کے آتے جاتے رہتے ہیں ان کے تعارف سے محروم ہوں۔

مامون۔ کیا تم فلاں فلاں شخص کو جانتے ہو (یہاں تک کہ مامون نے بنی ہاشم کی ایک جماعت کو نام بنام گن ڈالا۔ جن کو میں اچھی طرح جانتا تھا) میں نے اُن سے اپنے روابط کا تذکرہ کیا۔ پھر اُنکی اولاد و انساب کے اسماء و احوال دریافت کئے۔ غرض اس طرح کئی ایک امور دریافت کرتا رہا جو صرف میری وحشت کم کرنے کیلئے تھے۔ ادھر مامون کی اس ملاطفت سے میرا خوف و اضطراب تسکین و دلجمعی سے بدل گیا۔ اور خداوند کریم کی مدد نے میری کمر ہمت مضبوط کردی۔ میرا دل مطمئن ہو گیا۔ اور حواس ٹھکانے آگئے۔

امیرالمومنین کی بنفسہ مناظرہ پر فریقین کو تنبیہ

مامون نے مجھ سے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

عبدالعزیز! تمہارا وروُد بغداد اور مسجد رصافہ میں خطبہ (ان القرآن کلام اللہ غیر مخلوق) (قرآن خدا کا کلام قدیم ہے) کا ادعا علیٰ رؤس الاشہاد میرے گوش گزار ہوا۔ تمہاری یہ تمنا کہ تم میرے حضور میں بنفسہ میری ہی صدارت میں علمائے مخالفین سے مناظرہ کرو۔ میں نے اس کو از خود پورا کر دیا ہے۔ اب اگر تم من حیث الدلیل غالب آ گئے۔ تو میں اور میرا تمام دربار تمہارے اتباع کو اپنی سعادت سے تعبیر کرے گا۔ اور در صورت دیگر تم اپنی اس جسارت اور دیدہ دلیری کے خود ذمہ دار ہو۔ جو تم نے اس حد تک اہم اور مسلمہ مسئلہ کے خلاف دکھانے میں اقدام کیا ہے۔

اس کے بعد مامون بشر مریسی کی طرف متوجہ ہوا: "اچھا تم کو عبدالعزیز سے تبادلہ خیالات کی اجازت دی جاتی ہے۔ مگر اپنے حریف کے ساتھ متانت سے پیش آنا"

بشر کی بیباکیاں

بجائے اس کے کہ میرا مخاصم بشر تہذیب بشری کے مطابق اور امتثالاً لحکم امیر المومنین میری طرف متانت اور سنجیدگی سے مائل ہوتا۔ وہ اپنے طغیان میں کچھ ایسا سرگردان تھا۔ کہ مامون کی تہدید کو نظر انداز کرتا ہوا مجھ پر ایسی بیباکی سے ٹوٹا جیسے شیر نیستان اپنے شکار پر لپکتا ہے۔ اس نے اپنے دونوں گھٹنے میرے زانوؤں پر ٹیک لئے۔ اور مجھے اپنی تمام قوت کے ساتھ دبانا شروع کر دیا۔ میں نے ہر چند صبر سے کام لیا۔ مگر جب برداشت کا کوئی یارا نہ رہا۔ تو میں نے ناچار زبان کھولی۔ کہ "تم کو امیر المومنین نے مجھ پر یوں دست تظلم دراز کرنے اور میری ہلاکت کا حکم تو دیا نہیں۔ بلکہ انہوں نے جانبین کو شریفانہ طور پر مناظرہ کیلئے ارشاد فرمایا ہے" یہ مامون الرشید میرا یہ شیون سنکر بشر سے بری طرح پیش آیا۔ اور کہا:-

بشر! عبدالعزیز سے ہٹکر بیٹھو۔ وہ اسی کلمہ کو بار بار دہراتا رہا۔ یہاں تک کہ بشر کو ایک طرف بٹھا بھی دیا۔

ادھر مجھے افتتاح کلام کا حکم دیتے ہوئے کہا۔ میں تم دونوں پر بطور حَکَم کے قائم ہوں۔ اور فریقین کی گفتگو سن رہا ہوں۔

میں۔ احکام خلیفہ کی فرمانبرداری میرا فرض منصبی ہے۔ مگر اجازت عطا فرمائی جائے۔ کہ میں بطور جملہ معترضہ کے ایک بات امیر المومنین کے سمع عالی تک پہنچا سکوں۔

مامون۔ بیشک۔

کمالات بشری جمال صورت پر مبنی ہیں یا حسن سیرت پر منحصر

داخلہ مجلس کے وقت میری قبیح ہیئت پر جو ایک رکن دربار نے میرے خلاف غمازی کرتے ہوئے مامون سے کہا تھا کہ ایسے کریہ المنظر کے ساتھ حضور نے مناظرہ کا اہتمام فرمایا ہے؟ مجھے بتقاضائے انسانیت دل ہی دل میں اس کا ملال تو تھا ہی۔ مگر اب موقعہ پاکر سب سے پہلے میں نے اسی پرسوق کلام کی ابتدا کی۔ اور کہا۔ امیرالمومنین! میں آپکو اللہ عزوجل کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ اس نے ربع مسکون پر نوع بشری میں سے اپنی نعمت حسن و جمال سے کس شخص کو بہرہ وافر عطا فرمایا ہے۔

اسوۂ یوسف علیہ السلام

مامون۔ ذرا توقف کرکے۔ یوسف علیہ السلام کو۔

میں۔ آپ نے صحیح فرمایا۔ مگر مجھے بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قسم ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام حسن و جمال کی اس قدر فراوانی کے باوجود بھی ثمرات حسن سے یکسر محروم رہے آخر نے۔ بلکہ یہی حسن صورت ان کیلئے آفت جان بنتا گیا جس کی بنا پر وہ بلا جرم پابجولاں کئے گئے۔ اس پر طرفہ یہ۔ کہ عزیز مصر پر نہ صرف خارجی شہادات بلکہ بنفسہا اپنی بیوی کے اعتراف و اقرار سے بھی جو کہ یوسف کے حسن صورت سے وارفتہ ہوکر ان کو اپنی طرف ورغلاتی تھی۔ یوسف علیہ السلام کی عفت اور عصمت ثابت ہوگئی۔ جیساکہ فرمایا:۔

قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ (یوسف) کہا عزیز کی بیوی نے۔ میں واقعی اس کو پھسلاتی تھی۔ اب آکر حقیقت ظاہر ہو چکی ہے۔

مگر اس پر بھی عزیز نے یوسف کو محبوس زنداں کرنے کے بغیر مفر نہ دیکھا جس پر یہ آیت شاہد ہے۔

ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّن بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ (یوسف) جب انہوں نے ہر حیثیت سے یوسف کو بری الذمہ پایا تو انکو یوسف کے ایک مدت تک قید کردینے کے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

صاحب صدر! عزیز مصر کی طرف سے یوسف علیہ السلام پر یہ زرت وخیز اور طوق و سلاسل صرف اسی وجہ سے تو تھا۔ کہ آلام جس سے وہ حسن صورت رہنے نہ پائے جس نے عزیز کی بیوی کو بہکنے کے پھسلانے میں کوئی کمی باقی نہ رہنے دی۔ یوسف اپنی جان ناتوان پر اسی طرح مصائب زنداں کی سختیاں جھیلتا رہا۔ یہاں تک کہ اسی صاحب استبداد عزیز مصر کو ایک بھیانک خواب

نظر آیا جس کی تعبیر سے تمام ارا کین و فضلاء دربار محض تھے۔ شدہ شدہ عزیز کو اس بے گنہ کے علم الرویا میں کمال کی اطلاع پہنچی جس کو ناکردنی اور صرف تغیر صورت کیلئے زنداں میں دھکیل رکھا تھا بتاکر مصر کی جنس لطیف اُس کے فریب حسن سے مامون رہے اس وقت عزیز نے کہا وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ اُس کو میرے پاس لے آؤ۔ تاکہ میں سلطنت کے امور مہمہ پر اُس کو أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي (یوسف) مامور کردوں +

یوسف علیہ السلام کا حسن سیرت ہی

انکے رفعت درجات کا باعث ہوا۔

عزیز مصر نے اس تمنا کا اظہار اس وقت کیا جبکہ اُس کو یوسف کے علم الرویا کی کیفیت معلوم ہوئی۔ مگر وہ ابھی تک دوبارہ یوسف سے ہمکلام نہ ہوا تھا۔ جیساکہ آیت مذکور کے دوسرے جملہ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ (یوسف) یعنی پہلے تو یہ حکم دیا۔ کہ جاؤ! اُس کو میرے پاس لے آؤ۔ مگر (فَلَمَّا كَلَّمَهُ الخ) جب یوسف کے حسن کلام سے متمتع ہوا (یعنی اپنے خواب کی تعبیر سنی) تو کہا۔ آج سے تم ہماری سرکار میں صاحب اعتبار اور ہمارے مقبول مقربین میں سے ہو۔ اب نہ صرف یہی بلکہ والیِ مصر نے یوسف علیہ السلام کے ہاتھ میں اپنے تمام خزانوں کی کنجیاں دے دیں۔ اور خود ایک نائب کی حیثیت سے یوسف کے ماتحت رہنے لگا +

امیر المومنین! عزیز مصر نے اسی یوسف کو جس کو اُس نے بلا وجہ پابہ زنجیر کر رکھا تھا کیوں جملہ اختیارات شاہی پر مسلط کردیا۔؟ اس لئے نہ! کہ یوسف کے حسن سیرت اور دولت علم نے اس کو گرویدہ کر لیا تھا۔ نہ یہ کہ اُس کے حسن صورت سے عزیز نے مطیع و منقاد ہو کر۔ جیساکہ خود قرآن کریم اس پر شاہد ہے كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ۔ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (یوسف) یوسف علیہ السلام نے عزیز کو اپنا "حفیظ علیم" ہونا کہا۔ مگر اپنے حسن صورت کا واسطہ دیتے ہوئے (اگرچہ وہ بھی ودیعت تھا ہی) یہ نہ کہا کہ اِنِّي حَسَنٌ جَمِيلٌ یعنی چونکہ میں خوبصورت اور جمیل ہوں۔ اسلئے میں اختیارات شاہی تفویض کردیا جائیں +

عود الی المقصود،

امیر المومنین! اسی طرح اگر میں حسن صورت سے محروم ہوں۔ تو سہی۔ مگر الحمد للہ کہ اُس ذات صمدیت نے مجھے اپنی کتاب کا فہم و علم عطا فرمایا ہے جس کو حسن سیرت سے تعبیر

کیا جاتا ہین نصف شعاری ہے۔

مامون۔ اس تمہید سے تمہارا مدعا؟

میں۔ دربار میں حاضری کے وقت میری قبیح صورت پر استہزا کرتے ہوئے جو ایک صاحب نے میری تحقیر کی۔ تو اس پر میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا۔ کہ میرے صانع (اللہ تعالی) کی صفت پر اس کو تضحیک وتحقیر کی کیوں جرأت ہوئی؟ کیونکہ حسن صورت سے اسی نے تو مجھے محروم رکھا ہوں میرے حسن کلام وشوکت دلیل سے گھل کھلا پڑا۔ ادھر میں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ دیکھیے! ابھی ابھی آپ نے اس دیوار کی چونے سے ابھری ہوئی سطح پر عمرو بن مسعدہ کو توجہ دلائی تھی جس پر عمرو نے بجائے چونے کے کاریگر کو برا بھلا کہا۔

مامون۔ بیشک اگر کوئی شے بری بھی ہے تو اس کا بنفسہ کوئی قصور نہیں۔ بلکہ یہ اس کے صانع کی وجہ سے ہے۔

میں۔ بجا فرمایا۔ واقعی اس سفتری نے اللہ تعالی پر اتہام لگایا۔ کہ اس نے مجھے کریہہ المنظر کیوں رکھا۔

اس پر مامون الرشید بے ساختہ ہنس پڑا۔ اور کہا۔ کہ اب آپ مناظرہ کا افتتاح کیجیے۔ کیونکہ وقت بہت گزر چکا ہے۔

اصول مناظرہ کی تعیین

صرف کتاب وسنت پر

میں۔

امیرالمومنین! مناظرہ کیلئے ایک اصول متفقہ کا تعین کر لیا جائے۔ کیونکہ بغیر اس کے متخاصمین کا وہی حال ہوگا۔ جو کسی ایسے گم کردہ راہ کا ہوتا ہے۔ کہ جس کو اپنے منتہائے سفر کا علم ہو نہ راستہ کی خبر۔ جو بزعم خود تو قطع مسافت میں مصروف ہے۔ مگر نہیں جانتا۔ کہ اس کی یہ بادیہ پیمائی اس کو منزل مقصود پر پہنچا جائیگی۔ یا تکان سفر کی شدت سے راہ ہی میں دہرا ہوا سسکتا رہ جائے گا۔ اس لئے میں تجویز پیش کرتا ہوں۔ کہ فریقین کو جس وقت اختلاف ہو۔ تو سب ایک ایسے اصول متفقہ کی طرف لوٹ سکیں جو دونوں کا مسلمہ قرار پا چکا ہو۔

مامون ۔ بہتر ہے ۔ تم ہی اُس اصول مسلّمہ کی تعیین کرو +

میں ۔ امیر المومنین ! ہمارے درمیان اصول مسلّمہ وہ امر ہے کہ ذات صمدیت تبارک و تعالےٰ نے جس کی تعلیم دی ۔ اور ماسوا اُس کے ہر ایک سمت وجہت سے منع فرمایا +

مامون ۔ کیا وہ اصول منجانب اللہ تعالیٰ موجود ہے ؟

میں ۔ نعم یا امیر المومنین ! ہاں !

مامون ۔ اُس کا اعادہ کرو +

میں ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (النساء)

ایمان والو ! اطاعت کرو اللہ اور اُس کے رسول کی ۔ اور تابعداری کرو اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحب حکومت ہوں پس جب تم کسی امر میں مختلف ہونے لگو ۔ تو اُس کو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف لے آؤ ۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی امر تمہارے لیے بہتر اور انجام کار احسن ہے +

اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو امور مختلفہ میں فیصلہ لینے اور کرنے کی تعلیم اس طرح فرمائی ہے ۔ آج میں اور بشر ایک مسئلہ میں مختلف ہیں ۔ ہمارے درمیان حکم اول کتاب اللہ پھر حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے پس اگر ہم مختلف ہو جائیں ۔ تو پہلے ہم کتاب اللہ کی طرف رجوع کرینگے ۔ اگر اُس سے فیصلہ نہ ملے ۔ تو حدیث کی طرف آئینگے ۔ اُن دونوں کے سوا غیر کا قول ہم دیوار سے دے پٹکیں گے ۔ امون نے یہ اصول بلا چون وچرا تسلیم کرتے ہوئے افتتاح کلام کی اجازت دی +

تفسیر بالتنزیل و تفسیر بالتاویل
اور
تفسیر بالتنزیل کے شواہد

میں ۔ امیر المومنین !

قرآن کریم کے اسلوب پر نظر کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اُس کی تفسیر یا تو بالفاظ ظاہر ہو سکتی ہے جس کو تفسیر بالتنزیل کہنا چاہیے جیسا کہ یہود کے اس طرز عمل پر جس سے کہ انہوں نے کبھی ایک طیبٰت "مَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ" کو خود حرام کر لیا تھا +

ا؎ وہ پاکیزہ چیزیں جنکو انہوں خود اپنے پر حرام کر لیا ۔ (مترجم)

فَأْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوْهَا (اگر تم اپنے دعاوی میں حق بجانب ہو) تو اپنی کتاب تورات
اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (توبہ) کو شہادت میں تلاوت کرو (یعنی پیش کرو)۔

اس آیت میں صراحت النص یا تفسیر بالتنزیل سے تعبیر کرنا ہی عین ایمان بالتنزیل
ہے جس کے شواہد ابھی اور بھی کتاب اللہ میں ملتے ہیں۔ جیسا کہ

کَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ اس طرح ہم نے تجھے ایک ایسی اُمت کی طرف مبعوث
مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَیْهِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ فرمایا جس سے پہلے کئی اُمتیں گزر چکی ہیں۔ تاکہ تو اُن پر وحی
اِلَیْكَ وَهُمْ یَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ الٰہی کی تلاوت کرے حالانکہ وہ رحمٰن کیساتھ انکار ہی پر قایم رہے

وقال اللہ عزوجل

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَیْكُمْ کہو آؤ! میں تلاوت کروں اُس کی جس کو اللہ نے تم پر حرام
اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا (الانعام) کیا ہو یعنی یہ کہ اُس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ گردانو۔

نیز

اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا میرا فرض یہ ہے۔ کہ قرآن پڑھ دوں (تلاوت کروں) پھر جو شخص ہدایت
یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ ایمان لے آئے۔ اس میں اُسکا اپنا فائدہ ہے اور جو اس پر بھی راہ راست سے
اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ (۔) دور رہا اسکا نقصان بھی اُسی کو ہو گا میں تو صرف ڈرانیوالا ہوں۔

ان اور اس نوع کی دیگر آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تاویل سے
قطع نظر صرف تنزیل پر ایمان کا حکم صادر فرمایا لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے۔ کہ حکم بالتنزیل
کے سوا تاویل سے تفسیر کا سروکار ہی نہیں۔ کیوں نہیں۔ مگر اس کا مجاز بھی وہی شخص ہو گا جو کہ پہلے
تفسیر بالتنزیل پر ایمان لے آئے۔ نہ کہ وہ بدبخت جو تنزیل کا تو کٹر ہی سے منکر ہو۔ مگر تاویل کی
آڑ میں اپنے الحاد و زندقیت کی اشاعت و ترویج میں جان توڑتا ہے۔

مامون۔ بشرطیکہ تم کو صراحت النص (تنزیل) ہی سے جواب بھی دے گا۔

میں۔ میرا یہی مدعا ہے۔ ولیکن اگر وہ اس پر پورا نہ اُتر سکے۔ تو لامحالہ اُس کو اپنا نصب العین چھوڑ کر
پھر میری موافقت کرنی پڑے گی۔

مامون۔ درست ہے۔

افتتاح کلام

بشر مریسی کا ادعائے خلق قرآن

میاں دی مناظرہ کی اس تاسیس کے بعد میں بشر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا:-

میں۔ تمہارا ادعویٰ ہے۔ کہ قرآن مخلوق ہے؟ تم اپنی دلائل پیش کرو؟ مگر اس کا خیال رہے۔ کہ میرے اعتراض کے جواب میں بجائے خلط مبحث کے تمہارے لیے صرف میرے استدلال پر نقض کرنا زیادہ شایاں ہوگا ÷

بشر مریسی۔ سنئے! قرآن پر "شے" کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر تم اس کو "شے" سمجھتے ہو۔ تو گویا تم نے اُس کے حدوث کا خود اعتراف کرلیا یعنی نص التنزیل کے مطابق۔ کیونکہ تمام اشیاء مخلوق ہیں۔ اور اگر تم قرآن کے "شے" ہونے سے انکار کرتے ہو۔ تو تم لازماً کفر کے مرتکب ہو۔ کیونکہ تمہارے اس ادعائے لازم آتے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قرآن) کچھ "شے" نہیں ہے ÷

میں۔ تمہارے اس طرز عمل نے میرے لیے استعجاب و تحیر کی کوئی حد باقی نہیں رکھی۔ تم سوال تو مجھ سے کرتے ہو۔ اور جواب خود ہی دے کر مجھے اپنے فرض سے سبکدوش کررہے ہو جس سے تمہارا مدعا یہ ہے۔ کہ مجھے اپنی طلاقت لسانی سے پھسلا کر اپنے دام تزویر میں دھرلو۔ یاد رکھو۔ تمہاری یہ عیاریاں مجھ پہ کوئی اثر نہ ڈال سکیں گی۔ تمہارا منصب یہ تھا۔ کہ اپنے سوال کا جواب مجھ سے دریافت کرتے۔ تمہاری علمیت عیاں ہوتی جارہی ہے۔ کہ تم نے کچھ باتیں اِدھر اُدھر سے ازبر کر رکھی ہیں جن کو ایسے مواقع پہ دہرا لیتے ہو ÷

ماموں نے میری طرز گفتگو اور طریق استدلال سے متاثر ہو کر بشر کو یوں متنبہ کیا:-

ماموں:- بشر تم معقولیت سے گفتگو کرو۔ اور اپنے ایک سوال کا جواب سننے کے بعد دوسری بات پیش کرو!

میں۔ (بشر سے مخاطب ہو کر) تم نے یہ جو دریافت کیا ہے کہ قرآن کریم "شے" ہے یا نہیں۔ تو اس سے اگر تمہارا مافی الضمیر یہ ہے۔ کہ قرآن بھی عدم کی نفی اور وجود کے اثبات (اثباتاً للوجود ونفیاً للعدام) کے طور پر "شے" ہے۔ تو لاجرم وہ "شے" ہے۔ اور اگر اس سے

تمہارا ادعا یہ ہے۔ کہ وہ دیگر اشیاء مخلوقہ کی مانند کوئی "شے" ہے۔ تو مجھے اس سے سراسر انکار ہے٭

قرآن میں "شر الدواب" سے مراد "بشر مریسی" ہے

بشر مریسی نہیں سمجھ سکا۔ کہ تم نے کیا کہا۔ نہ تمہارا استدلال ہی میری عقل و فہم میں آسکا۔ دراصل یہ سننے کا مزا دار ہی نہیں۔ تمہیں لازم تھا کہ اس بات کا جواب دیتے جس کا میں نے مطالبہ کیا تھا یعنی قرآن "شے" ہے یا نہیں؟

میں۔ تم نے حقیقت صحیحہ کا خود ہی اعتراف کر لیا۔ جو میرے مقولہ کے جواب سے تمہاری سماعت وادراک کے قاصر رہ گئے جس سے تم نے اپنی سامعہ و مدرکہ کو بدترین صفات سے تعبیر کیا۔ اور تم ہی نے کیا۔ تم سے پہلے بھی ایک قوم نے فہم کتاب سے اپنے عجز کا اس طرح اعتراف کیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا٭

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ (الانفال)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق وہ ہے۔ جو اپنے گنگ اور عدم سماعت کی وجہ سے سننے اور سمجھنے سے عاری ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو انکو یہ استعداد عطا فرما سکتا تھا۔ مگر انکی ضلالت اس پر بھی انکو اعراض عن الحق کے سوا کوئی دوسری توفیق نہ دے سکی٭

اور فرمایا

أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (الزخرف)

کیا تو بہرے انسانوں کو یہ کلام سنانا چاہتا ہے۔ یا کور چشموں کو راہ ہدی پر لانا۔ اور اُن کو جو برملا کجروی پر گامزن ہیں٭

نیز فرمایا:-

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (البقرہ)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے راہ ہدایت کے بالعوض ضلالت کو خریدا انکی تجارت سراسر خسارہ ہے۔ یہ کبھی بھی منفعت حاصل نہ کرینگے گویا یہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں۔ جو احساس بشری سے یکسر محروم ہیں۔

جس کے نظائر و امثال سے قرآن حکیم کا خزانہ بھرا رکھا ہے٭

مومنین کا استماع قرآن

اسی طرح جو سعید اور صاحب بخت آیات کو گوشِ حق نیوش سے سنکر خانہ دل میں رکھتے اور ان کے آگے یکسر مطیع و منقاد ہو جاتے ہیں قرآن کریم ان کو سیادت و صیانت

کی سند استوار پر عطا فرماتا ہے ۔

الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ (زمر) وہ ایسے خوش نصیب ہیں جو قرآن کو سنکر اس کے محاسن کی وجہ سے اس کی اطاعت کرتے ہیں ۔

اور فرمایا

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰۤی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (مائدہ) وہ لوگ جب قرآن کو سنتے ہیں، تو انکی آنکھوں کو دیکھتا ہے۔ کہ حق کو شناخت کرنے سے وہ آنسو بہانے لگ جاتے ہیں ۔

اور

وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ (آل عمران) وہ لوگ قرآن کو سنکر کہتے ہیں۔ سنا ہم نے اور اطاعت کی اے اللہ ہمارے گناہ بخش دے ۔ کیونکہ آخرکار تیری طرف ہی ہمارا لوٹنا ہے ۔

(یں۔ بشر سے مخاطب ہوتے ہوئے) مگر تم نے اپنے نفس کیلئے جو خصلتیں مختص کی ہیں بات یہ ہے۔ کہ ان کا انتخاب نہ تو رسول نے اپنے لئے پسند فرمایا نہ مسلمانوں کیلئے منتخب اور نہ دیگر سابقین اہلِ کتاب نے انکو اپنے واسطے روا رکھا ۔

بشر پر میری یہ پیہم یورشیں دیکھ کر مامون نے مجھ سے نفس مسئلہ پر توجہ کی درخواست کی ۔

بشر کے استدلال کے مطابق خود ذاتِ صمدیت پر شئے کا اطلاق

میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی ذات کی مانند اس کے صفات بھی قدیم ہیں۔ اور جس طرح اس نے اپنی ذات کو ان اسماء سے موسوم نہیں فرمایا جو اشیاء مخلوق ہیں۔ اسی طرح اس نے اپنے کلام کو بھی جو اس کی صفت ہے، ایسے ناموں سے متسم نہیں فرمایا۔ مگر باوجود اس کے بھی تبارک و تعالیٰ نے اپنی ذات صمدیت کو شئے بلکہ اکبرالاشیاء سے ذکر فرمایا ہے۔ مگر اسلئے کہ وہ ان اشیاء کی طرح ہے جن پر حوادث زمانہ اور خدا کا استیلا آیا لازمی ہے؟ بلکہ بدیں سبب کہ اس سے عدم کی نفی اور وجود کا اثبات مقصود تھا۔ ساتھ ہی وہ علام الغیوب ان آنے والے ملحدین کے مکائد سے بھی آگاہ تھا جو اس کی معرفت سے گمراہ ہو کر دنیا جہان کو ضلالت کی دعوت دینگے۔ اس نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ (انعام) کہو ان سے! کون سی شئے از روئے شہادت کے بہت بڑی ہے کہدے کہ وہ ذاتِ الٰہی جو تمہارے اور میرے درمیان گواہ ہے ۔

دیکھئے اس آیت میں اپنے وجود کو "شئے" سے موسوم فرمایا ہے۔ مگر وہی علام الغیوب اس سے بھی غافل نہ تھا کہ ایک وقت میں ضرور محمد بن جہم اور بشر مریسی ایسے احکام کی بنا پر مجھے ہی حادث بتانے لگینگے۔ کیونکہ ہر ایک ایسا وجود جس پر کسی نہ کسی حیثیت سے "شے" کا اطلاق کردیا گیا ہے وہ لازماً ایسے ملحدین و زنادقہ کے نزدیک محدث و فانی قرار پائے گا۔ بناءً علیہ ایک دوسری آیت میں یوں فرمایا +

ذات باری پر باوجود "شئے" کا اطلاق ہونے کے بھی اسکا اشیاء مخلوقہ سے استثناء

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ) اسکی مانند کوئی "شے" نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے جس سے اس نے اشیاء محدثہ میں سے اپنی ذات۔ اپنے صفات و کلام سب کو مستثنےٰ کرلیا تاکہ زنادقہ اس پر افترا اور اس کے صفات کے انکار میں فائز المرام نہ ہوسکیں اور فرمایا وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا تمام اچھے نام اللہ کیلئے مختص ہیں انہی سے اسکو پکارو وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ اور جو لوگ اس کے ناموں میں تغیر و الحاد کرتے ہیں ان کو چھوڑ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الاعراف) وہ وہ اپنے کئے کی سزا جلدی دیئے جائینگے +

مُنزل الکلام نے اس پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ جابجا اَسْمَاءُ الْحُسْنٰى کا احصا بھی اسی کلام کے دیگر مواضع پر فرمادیا۔ اور کسی "شئے" محدثہ سے متعلق یہ نہ فرمایا۔ کہ یہ بھی میرے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ اور حدیث میں وارد ہے +

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تحقیق اللہ کے ننانوے ان للہ تسعۃ وتسعین اسما من احصاھا نام ہیں جو شخص ان کو یاد کرے گا جنت کا مستحق قرار پائیگا دخل الجنۃ ثم عدھا (الحدیث) پھر ان کو گن کر بتایا +

جس طرح قرآن مجید اس حقیقت کے اظہار سے ساکت ہی۔ اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی ایسی شہادت پیش نہیں کی جاسکتی جس میں کسی "شئے" سے اللہ کا نام مشتق کیا گیا ہو +

قرآن حکیم کا باوجود "شئے" ہونے کے بھی "کتاب" و "نور" و "ہدایت" سے موسوم ہونا

اور جس طرح اللہ تبارک اسمہ نے اپنی ذات کو لفظ "شئ" سے موسوم فرمایا۔ بالکل

اسی طرح اپنے کلام کو بھی "شے" سے متسم کیا۔ قال :-

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا (الانعام)

ان منکرین نے اللہ تعالیٰ کی کچھ قدر و منزلت نہ کی جو یہ کہا کہ اس نے انسان پر کوئی "شے" نازل نہیں فرمائی ان سے کہدو (اگر یہ درست ہے) تو کس ذات نے موسیٰ پر وہ کتاب اتاری جو نور و ہدایت تھی لوگوں کیلئے۔ اب جسکو تم محض کاغذ بنا رکھا ہے جس کو پسند ہے سمجھتے ہو۔ اسکی بعض آیات کو تو ظاہر کردیتے اور اکثر کو چھپا رکھا ہو۔ . . . .

اس آیت میں اس شخص کی مذمت فرمائی۔ جو کلام اللہ کے "شے" ہونے سے انحراف کرتا ہے جس کا شان نزول یوں مروی ہے:-

ان رجلاً من المسلمين ناظر رجلاً من اليهود بالمدينة فجعل المسلم يحتج على اليهودي من التوراة بما علم من صفة النبي صلى الله عليه وسلم وذكر نبوته من التوراة فضجر اليهودي وباهت فقال ما انزل الله على بشر من شيء فانزل الله عزوجل وما قدروا الله حق قدره (ابن کثیر)

ایک یہودی اور مسلمان کا باہم مناظرہ ہوا مسلمان توریت کی پیشگوئی کے مطابق۔ یہودی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت کرتا جس پر وہ یہودی جھنجھلا پڑا۔ اور غیظ و حیرت سے بولا۔ کہ اللہ نے انسان پر کوئی "شے" نازل نہیں فرمائی جس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ما قدروا اللہ الخ اتاری۔

وقال عزوجل

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ (الانعام)

اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو ذات باری پر افترا باندھتا ہوا یہ دعویٰ کرے۔ کہ مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے۔ حالانکہ اس پر کوئی "شے" وحی نہیں کی جاتی۔

ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام کو "شے" اور وحی سے موسوم فرمایا اور مذمت فرمائی۔ ان منکرین کی جو کلام اللہ اور وحی الٰہی کے "شے" ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ ارباب زیغ کو قرآن کے "شے" فرمائے جانے پر اس کے حدوث کا بہانہ تو ہاتھ آنا ہی تھا۔ اس لیئے جس طرح اس نے اپنی ذات کو اکبر "شے" فرماتے ہوئے اشیاء محدثہ کی مماثلت سے لیس کمثله شیء کے ساتھ مستثنیٰ فرمادیا۔ اسی طرح اس نے اپنے کلام کو بھی "شے" فرمانے کے ساتھ "نور" "ہدایت" وغیرہا سے متعلق فرمایا۔

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ کہو کس نے اتارا اس کتاب کو جس کو موسیٰ لایا۔ جو لوگوں کے

یہ موسیٰ نُوْرًا وَّھُدًی لِّلنَّاسِ ۔ دالئے سرچشمہ نور و ہدایت تھی ٭

اس میں اپنے کلام کو کتاب "نور" و "ہدایت" سے تو موسوم فرمایا۔ مگر قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ" الآیہ کی بجائے "قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الشَّیْئَ الَّذِیْ جَآءَ بِہٖ مُوْسٰی" نہیں فرمایا۔ بلکہ جہاں بھی کلام کو "شے" سے متشم کیا صرف لفظاً" تاکہ اس سے مفہوم حقیقی تک پہنچا جا سکے جیسا کہ اپنی ذات کو "شے" سے موسوم فرمانا مقصود تھا مفہوم اصلی سے۔ لہٰذا قرآن کریم کو "شے" سے موسوم فرمانے کے ساتھ ہی اس کو "نور و ہدیٰ" "شفا" "رحمۃ" "حق" "قرآن" اور "فرقان" سے موسوم فرما..... دیا۔ تاکہ جہم اور بشر جیسے ملاحدہ کیلئے اس کو بھی دیگر اشیاء مخلوقہ کے ساتھ منضم کرنے کا یارا نہ رہے ٭

مجھ پر مخاصمین کا بزن اور مامون کی زجر و توبیخ

بارے بشر کو تنفس کا موقع ہاتھ آیا۔ اور صدر مجلس مامون کی طرف متوجہ ہو کر استدعا کی، بشر۔ امیر المومنین غنیمت ہے۔ کہ میرے مخاصم نے قرآن کے "شے" ہونے کا اعتراف کر لیا مگر ابھی اس کے باوجود بھی وہ اس کو دیگر اشیا کی طرح محدث تسلیم کرنے سے گریز کر رہا ہے حالانکہ میں اس کا مدعی ہوں۔ کہ قرآن بھی اشیاء مخلوقہ میں سے ہے۔ پس یا تو عبدالعزیز اپنی اس حجت کی طرح جس کے مطابق اُس نے ذات باری تعالیٰ کو اشیاء مخلوقہ سے مستثنےٰ کیا ہے۔ قرآن سے متعلق بھی ایسی ہی بیّن دلیل پیش کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے گا۔ تو لامحالہ ہم اپنے اس ادعا میں حق بجانب ہونگے۔ کہ قرآن "شے" ہے اور فرمایا اللہ عز و جل نے بنص التنزیل "خَالِقُ کُلِّ شَیْئٍ" (الآیۃ) اللہ تعالیٰ ہر ایک "شے" کا پیدا کرنے والا ٭

مامون نے بھی بشر کا مطالبہ دہرایا۔ اور مجھے اس کے جواب سے عہدہ برآ ہونے کی تاکید کی۔ میں ابتداء سخن کرنے کو ہی تھا۔ کہ محمد بن جہم اور اس کے حواری چلا اٹھے سب نے ایک غوغا مچا دیا۔ اور بیک زبان کہنے لگ گئے۔ کہ

ظَھَرَ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ کٰرِھُوْنَ (توبہ) اللہ تعالیٰ کا امر غالب آگیا۔ باوجودیکہ کفار انکار ہی کرتے چلے گئے ٭
جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ ط حق نے آکر باطل کو پسپا کر دیا۔ اور باطل کا یہی انجام
اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا (بنی اسرائیل) ہوتا ہے ٭

مجھ پر بزن بول دیا گیا۔ اور بشر میرے زانو پر گھٹنے جما کر چلانے لگا۔ کہ عبدالعزیز نے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کر لیا ہے۔ میں یہ ہنگامہ دار و گیر دیکھ کر ششدر

سارہ گیا۔ ابھی میری مہر سکوت علیٰ حالہ قایم تھی۔ کہ مامون میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا +

مامون۔ عبدالعزیز! تم کیوں چپ سادھ گئے ہو؟

میں۔ تعجب ہے۔ کہ میرا مناظر اس پر کہ میں نے ذات الٰہی کی طرح اُس کے کلام کو باوجود "شے" تسلیم کرتے ہوئے بھی قدیم کہا ہے۔ مجھ سے اسی طرح نص التنزیل کا مطالبہ کرتا ہے جس طرح میں نے "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" سے ذات صمدیت کو "لیس کالاشیاء المخلوقۃ" (وہ اشیاء محدثہ کی طرح نہیں) ثابت کیا ہے۔ اِدھر اس کے تمام ماحول نے ایک طوفان بے تمیزی سر پر دھر لیا ہے مجھے گفتگو کا وقت ہی نہیں دیا جاتا۔ آخر یہ طریق مناظرہ بھی کیا ہے! امیرالمومنین! اگر حضار مجلس کا یہی حسن سلوک رہا۔ تو میں ہرگز گفتگو نہ کرونگا۔ جبتک کہ بشر کے سوا سب کو خاموشی کی ہدایت نہ کردی جائے۔ ہاں اگر بشر لاجواب ہو جائے۔ تو اُس وقت مجاز ہے کہ اور دوسرا شخص اس کی جگہ پر آسکے +

مامون نے اس معقول استدعا پر محمد بن جہم اور اُس کے رفقا کو بے طرح جھڑکا جس سے اُن کو خاموشی اختیار کرتے ہی بنی۔ اور مجھے گفتگو کرنے کا حکم دیتے ہوئے اطمینان دلایا۔ کہ آیندہ سوا بشر کے کوئی تم سے تعرض نہ کرے گا۔

قول ہی سے اشیا عالم تکوین میں آتی ہیں

اب میں نے کلام الٰہی کو "قول" سے تعبیر کرتے ہوئے۔ اُس کو "شے" سے علیحدہ بلکہ مُکَوِّن الاشیاء (یعنی اشیاء جس سے وجود میں آتی ہیں) ثابت کرنے کا تہیہ کیا اور عرض کیا کہ فرمایا اللہ عزوجل نے۔

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (النحل) ہم جب کسی "شے" کے پیدا کرنیکا ارادہ کرتے ہیں اُسوقت یہ کہتے ہیں (قول) ہمارا یہ ہوتا ہے) کہ ہوجا جس سے وہ "شے" عالم وجود میں آجاتی ہے +

إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (عمران) جس وقت وہ کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو کہتا ہے (قول) کہ ہوجا۔ پس وہ ہوجاتی ہے +

دیکھئے آیات مذکورۃ الصدر اور اُن کے امثال و اشباہ جو لاتحصیٰ قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ نہ صرف یہ ثابت کررہی ہیں۔ کہ اُس کا کلام ہی نہیں۔ کہ وہ دیگر اشیاء مخلوقہ کسیقسم سے کسی نوع کی مماثلت ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ اُن سے متغائر ہونے کے باوجود بنفسہ اشیاء کے وجود میں لائے جانے کا موجب بھی ہے +

اللہ کا قول ہی کا "امر" ہے اور اس "امر" سے خلقت وجود میں آئی ہے

ایک دوسرے موقع پر اللہ تبارک اسمہ نے جہاں تمام مخلوقات کا ذکر اجمالاً فرمایا اس آیت میں اپنے کو "امر" سے تعبیر فرماتے ہوئے خلق اور وہ کہ جس کی وجہ سے خلق وجود میں آئی کا باہم فصل کر دیا فرمایا:۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الاعراف)

بیشک رب تمہارے نے آسمان اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش کی طرف قصد فرمایا رات دن کو ڈھانک دیتی ہے ڈھونڈھتا ہے دن رات کو جلدی اور سورج چاند و ستارے تمام اسکے "امر" کے مطیع ہیں۔ خبردار اسکے واسطے تمام خلقت ہے، اور (فصل) اسیکے لئے "امر" بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو رب ہے تمام جہانوں کا ۔

اس آیت میں تمام مخلوقات کی خلقت اسی ذات باری کے "امر" سے بیان ہوئی پہلے "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ" اور پھر "الْاَمْرُ" فرمایا یعنی وہ امر جس سے مخلوق عالم وجود میں آئی - ان دونوں کو باہم متباین رکھا جس کی امثال و نظائر اور بھی کتاب اللہ میں موجود ہیں فرمایا۔ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ (القمر) اور یقیناً امر ہمارا ایک پلک جھپکنے کی مدت کے مطابق ہے۔

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ پہلے اور پیچھے بھی اللہ ہی کے لئے "امر" ہے ۔

یعنی خلق کے عالم وجود میں آنے سے پہلے بھی اور پیچھے بھی اس کا امر قدیم و ازلی ہے

اس کے قول کا نام حق بھی ہے

دیکھئے۔ اسی کلام کو "قول" و "امر" سے تعبیر فرماتے ہوئے "حق" سے بھی موسوم فرمایا گیا

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ (الانعام)

اس نے آسمانوں اور زمین کو "حق" کے ساتھ پیدا کیا یاد کر اس روز کو جب اس نے کہا ہو جا پس وہ پیدا ہو گئے اسکا قول حق ہے اور بادشاہی بھی اسی کیلئے مخصوص

اور فرمایا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ

ہم نے آسمان اور زمین کو "حق" کے ساتھ پیدا کیا اور قیامت آنے والی ہے پس تو ان سے درگذر اخلاق

الصَّفْحَ الْجَمِيلَ (الحجر)

کے ساتھ) درگزر کردیا کر۔

نیز فرمایا

تَنْزِيلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى (الاحقاف)

نزول کتاب اللہ غالب اور حکیم کی جانب سے ہے ہم نے آسمانوں اور زمین کو "حق" کے ساتھ پیدا کیا اور ایک مدت معین کے اندر۔

دوسری جگہ فرمایا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِينَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ (الدخان)

ہم نے آسمانوں اور زمین کو بطور کھیل کے پیدا نہیں کیا بلکہ "حق" طور پر پیدا کیا۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ (الروم)

کیا وہ بجائے خود اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ ہم نے آسمانوں اور زمین کو "حق" کے ساتھ پیدا کیا۔

میں کلام اللہ کو لفظ "حق" سے تعبیر کئے جانے پر سوقِ دلائل میں منہمک ہی تھا کہ مامون نے مجھ سے اختصار کی درخواست کی جس پر میں نے آیات متذکرۃ الصدر ہی پر مکتفی رہتے ہوئے استدلال کی طرف رجوع کیا۔

امیر المومنین! آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔ کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین (اور جو کچھ اُن کے درمیان موجود ہے) کی تخلیق کا ذکر فرماتے ہوئے صراحتاً فرمادیا ہے۔ کہ ان سب موجودات کی تخلیق "حق" سے ہوئی۔ اور "حق" اُس کا "قول" اور "کلام" ہے۔ جو اشیاء مخلوقہ سے متبائن ہی نہیں۔ بلکہ بنفسہ اُن کے عالم تکوین میں آنے کا سبب ہے۔ جناب عالی یہ استدلال ہے بنص التنزیل سے!! بشر مریسی میرے دلائل اور استدلال سے ایک طرف بھوچکا سا رہ گیا۔ میں نہ سمجھ سکا کہ اس وقت جو کچھ اس نے کہا۔ اس سے اس کا مطلب بھی کیا تھا۔

بشر: امیر المومنین! میرے مخاصم نے دعوٰے کیا تھا۔ کہ تمام اشیاء عالم تکوین میں "قول اللہ" کے ساتھ رونما ہوئیں۔ پھر اس نے اپنے دعوے کی دلیل میں چند ایسی آیتیں پیش کیں جو تمام باہم متبائن ہیں میرا فہم قاصر ہے کہ ان کے اعادہ سے میرے مناظر کا مقصود کیا ہے۔ میں امیر المومنین کی توجہ عالی اس طرف مبذول کرنی چاہتا ہوں کہ وہ عبد العزیز کو مزید تفصیل کی ہدایت فرمائیں۔

اس پر مامون نے میری طرف متوجہ ہوکر بشر کے مافی الضمیر کی مطابقت کرتے ہوئے

اُس کے اس لایعنی نقض کی تائید کی اور مجھ سے تفصیل مزید کا مطالبہ جس سے بشر کو ذرا سا سہارا ہو گیا۔ وہ پھر ایک بیہودہ سا شور مچانے لگا +

میں ۔ بشر اور اس کے حواری چاہتے ہیں۔ کہ غلط مبحث اور بیہودہ شور و شغب سے مجھ پر غالب آجائیں۔ وہ مناظرہ کی الجھن سے دم چھڑا کر بھاگنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ جبتک خدا کا دین غالب آکر باطل کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ ہرگز اپنی اس سعی لاطائل میں فائز المرام نہ ہو سکیں گے +

اس پر بھی مامون نے بشر کو آداب مجلس کا خیال دلایا جس سے مجلس کا ہنگامہ سکوت سے بدل گیا۔ اور میں نے یوں کلام شروع کیا +

میں ۔ (بشر سے مخاطب ہو کر) تم یہ کہتے ہوئے کہ میں نے جو آیات پڑھی ہیں۔ وہ میرے اثبات دعویٰ پر دلیل ہونے کی بجائے اُس کے خلاف پڑتی ہیں مجلس اور امیر مجلس کو اس مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہو۔ کہ میں نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات کو ان چار اشیاء "قول" "کلام" "امر" "حق" کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ حالانکہ میں نے یہ کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے "کلام" کے ساتھ مخلوق کو پیدا کیا ہے +

بشر ۔ امیر المومنین! آپ شاہد ہیں۔ جو انہوں نے کہا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے موجودات کو "قول" "کلام" "امر" "حق" چار چیزوں کے ساتھ پیدا کیا ہے +

مامون ۔ (میری طرف روئے سخن کرتے ہوئے) بیشک تم نے یہی کہا ہے +

میں ۔ امیر المومنین نے سچ فرمایا۔ کہ میں نے یہ کہا۔ مگر اب میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ یہ چاروں نام درحقیقت ایک ہی شے کے نام ہیں۔ اس لئے کہ اس کا "کلام" اُس کا "قول" ہے اور اُس کا "قول" اُس کا "کلام"۔ اسی طرح اُس کا "امر" اُس کا "کلام" ہے۔ اور "کلام" "امر"۔ علیٰ ہذا اس کا "کلام" "حق" "اور حق" اُس کا "کلام"۔ اور یہ تمام اسماء "قول" "امر" "حق" اُسکے کلام کے دو نام ہیں۔ نہ صرف یہی۔ بلکہ اُس نے اپنے "کلام" کو "نور" "ہدایت" "شفا" "رحمت" "قرآن" "فرقان" "برہان" سے موسوم کرتے ہوئے سب کو فرداً فرداً "حق" سے بھی موسوم فرمایا یہ سب ایک ہی "شے" کے نام ہیں جس طرح کہ اس نے اپنی ذات کو لاتحصیٰ ناموں سے موسوم فرمایا۔ حالانکہ وہ واحد ہے۔ بے نیاز ہے۔ اکیلا ہے۔ یا للعجب! کہ بشر ان دلائل کو بے معنی اور دور از کار کہتا ہے۔ جو اس کی زبان عربی سے عدم واقفیت پر دال ہے

اسی طرح اُس نے اپنے "کلام" کو بھی بے شمار ناموں سے یاد فرمایا ٭

بشر ان پیہم یورشوں سے عاجز آ کر کہنے لگا۔ امیر المومنین! ابتدائی مناظرہ میں عبد العزیز نے قرآن کو غیر مخلوق قرار دیتے ہوئے یقین دلایا تھا کہ میں صراحت النص سے استدلال کروں گا اب آگے جو یہ اس نے بیان کیا ہے کہ اُس کا کلام اُس کا "قول"۔ "امر" اور "حق" ہے۔ مگر کتنا تعجب ہے کہ وہ ان دعاوی سے متعلق کوئی نص نہیں لا سکے ٭

اللہ تعالیٰ کا کلام بنص التنزیل کلام اللہ سے موسوم ہے

مامون۔ عبد العزیز! انہیں اپنے پیش کردہ شرائط کے مطابق واقعی اپنے دعاوی کی دلیل لانی چاہیے ٭

میں۔ امیر المومنین! اب بھی اگر کچھ کمی باقی ہو۔ تو لیجئے اور شواہد لاتا ہوں ٭

اللہ عزوجل شانہٗ فرماتا ہے ٭

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ (التوبة)

اگر مشرکین میں سے کوئی تیرے پاس آ کر استدعا کرتا ہو تو تو اُسکو موقعہ دے کہ وہ "کلام الٰہی" سن سکے ٭

اور تمام اہل علم نے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ کلام الٰہی سے مراد قرآن کریم ہے ٭

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ (الفتح)

جلدی کہیں گے پیچھے رہنے والے جس وقت کہ چلو گے تم غنیمتوں کی طرف تاکہ حاصل کرو تم انکو۔ کہ چھوڑ دو ہم کو تابعداری کریں ہم تمہاری ارادہ کرتے ہیں وہ کہ بدل دیں اللہ کے کلام کو کہو ان سے ہرگز تابعداری نہ کرو گے تم ہماری اس طرح تم سے اللہ نے پہلے کہا

وقال اللہ ایضاً

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ (البقرہ)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے۔ کہ ایمان لاؤ اُس پر جسکو اُتارا اللہ نے تو کہتے ہیں۔ کہ ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں جو کچھ ہم پر نازل ہوا اور وہ کفر کرتے ہیں۔ اس پر جو اسکے (یعنی منزل وحی) بعد نازل ہوا۔ حالانکہ وہ بھی حق ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے۔

ربّ باری نے ان آیات کو حق سے تعبیر فرمایا۔ اور کہا:۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ۔ قُلْ

اور تکذیب کی قوم تیری نے حالانکہ وہ (کتاب) حق ہے

لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (الانعام) تو کہدے۔ کہ میں تم پر وکیل نہیں ہوں ۔

اس میں بھی قرآن کو حق فرمایا ہے نیز فرمایا ۔

وَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ (یونس) اگر تم کو اس میں شک ہو جو کہ ہم نے تجھ پر نازل کیا۔ تو اُن لوگوں سے دریافت کر جو تجھ سے پہلے کی اُتری ہوئی کتاب پڑھتے ہیں۔ البتہ یہ (کلام) حق ہے تیرے رب کیطرف سے۔

اس میں بھی قرآن کو حق سے تعبیر کیا وقال ایضاً۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ (السجدۃ) یا وہ افترا باندھتے ہیں بلکہ وہ حق ہے تیرے رب کیطرف سے۔

اور

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (المائدہ) جس وقت وہ سنتے ہیں اس کلام کو جو رسول پر نازل ہوئی۔ تو دیکھتا ہے۔ تو ان کی آنکھوں کو کہ آنسو بہاتی ہیں حق کو پہچان کر۔

اور

وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ (القصص) جب اُنپر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم اُن پر ایمان لائے۔ کیونکہ وہ حق ہیں ہمارے رب کیطرف سے۔

یہ اور اس قسم کی تمام آیات، قرآن کریم کو بصراحتہ النص حق سے موسوم کر رہی ہیں ۔

اور حق "اسکا قول" بھی ہے

فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ (ص) حق ہے وہ۔ اور میں بھی حق ہی کہتا ہوں کہ قرآن حق ہے۔ اور حق میرا قول ۔

اور سُنئے۔

وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (السجدۃ) ولیکن میرا قول حق ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے پر کردوں گا ۔

وقال ایضاً

حَتّٰىٓ اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ (السباء) یہانتک کہ جب انکے قلوب سے وہ خوف دور کیا جاتا ہے۔ تو سوال کرتے ہیں کیا کہا رب تمہارے نے۔ وہ کہتے ہیں حق فرمایا ۔

دیکھیے ان آیات میں حق کو قول سے تعبیر فرمایا ۔

اور "قول" اُس کے "کلام" کا نام بھی ہے

اب اس پر بدل توجہ فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے "قول" کو کلام سے تعبیر فرمایا ۔

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمٰتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (یونس) اس طرح حق ثابت ہو چکا تیرے رب کا کلمہ اُن لوگوں پر جو فاسق ہوئے ۔ کیونکہ وہ ایمان نہ لائے ۔

اور

وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (یونس) اللہ تعالےٰ حق کو ثابت کرتا ہے اپنے کلام کے ساتھ ۔ اگرچہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں ۔

اور

وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (الزمر) لیکن عذاب کا کلمہ کافروں پر "حق" ہو گیا ۔

یہ تمام آیات شاہد ہیں ۔ اس کی کہ واقعی "حق" اُس کا کلام ہے ۔

اور اُس کا "کلام" "امر" بھی ہے

اب وہ آیتیں معرض بیان میں آتی ہیں ۔ جن سے کلام اللہ کا "امر" اور "قرآن" ہونا دال ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔

حٰمٓ ۔ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۔ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ (الدخان) قسم ہے کتاب مبین کی ۔ ہم نے اُس کو مبارک رات میں اُتارا ۔ ہم ڈرانے والے ہیں ۔ اس کتاب میں ہر ایک امر حکمت والے کا فرق کیا گیا ہو (وہ کتاب) ہماری جانب سے امر ہو ۔ لاجرم ہم ہی اُس "امر" کو اُتارنے والے بھی ہیں ۔

جس سے مراد قرآن کریم ہے ۔

اور

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ (الآیہ) اس طرح (وہ کتاب) اُسکا "امر" ہے جس کو اُس نے تیری طرف اُتارا ۔ یعنی قرآن ۔ یہ تمام آیتیں صراحتاً اس پر دال ہیں ۔ کہ واقعی "قرآن" ذات باری کا "امر" اور "کلام" ہے ۔ اور اس بات پر شاہد کہ "امر" اُس کا "قرآن" ہے ۔

جس کو مختلف آیات میں اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کی تعلیم و ہدایت کیلئے اُتارا جو در اصل ایک ہی شے کے نام ہیں ۔ اور وہ "شے" وہ کلام الٰہی ہے ۔ جو اشیاء مخلوقہ کی جنس سے متغایر ہی نہیں ۔ بلکہ اُن سب کے عالم وجود میں لائے جانے کا سبب بھی ہے ۔ لیجئے

میں نے اپنا دعویٰ تاویل و تفسیر کی بجائے تنزیل سے ثابت کر دیا +

میرے اس طرزِ استدلال سے مامون عجیب طرح محظوظ ہوا۔ اور فرطِ انبساط سے فرمایا (احسنت یا عبدالعزیز) عبدالعزیز! تم نے خوب کہا اور بشر مریسی اس بوچھاڑ سے دم بخود رہی تھا۔ کہ اِدھر مامون الرشید کی تحسین و آفرین سے اُس پر اور بھی سکتہ طاری ہوگیا وہ اس عالم اضطراری اور مدہوشی میں وہی سابقہ ہذیان پھر بکنے لگا +

بشر۔ امیرالمؤمنین! ملاحظہ فرمائیے۔ کہ میرا مخاصم کس جسارت سے دور از کار امور کے اعادہ میں محو ہے۔ جو ہرگز میری توجہ و سماعت کے سزاوار نہیں۔ وہ جب تک کوئی دلیل پیش نہ کریگا میں اُس وقت تک۔ ان اباطیل پر اصلاً التفات نہ کرونگا +

میں۔ (مامون سے مخاطب ہوکر) جو شخص اتنی فراست سے بھی عاری ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے نبی پر نازل فرمایا۔ اور جس طرح اپنے بندوں کی تعلیم و تادیب فرمائی۔ اُس کو سمجھ نہ سکے۔ تعجب ہے۔ کہ باوجود اس بے بضاعتی کے بھی وہ علم کا دعوے دار بن بیٹھے۔ اور اپنے اکاذیب مخترعہ سے مسلمانوں کو بدعت اور ضلالت کی دعوت دینے میں منہمک رہے +

بشر۔ پھر میں اور آپ اس قلت علم میں مساوی ہیں۔ تم اپنے زعم تبحر میں ایسی آیات سے استدلال کرنا چاہتے ہو۔ کہ خود جن کی تفسیر و تاویل دونوں سے تم جاہل ہو۔ پھر میں اُن کو اگر قبول نہیں کرتا۔ تو مضائقہ بھی کیا ہے۔ واقعی میں دور از فہم و بعید از ادراک دلائل کے تفقہ سے عاری ہوں۔ اور جبتک تم وہ باتیں پیش نہ کرو۔ جو ذوق سلیم کے موافق ہوں۔ میں اُن پر کوئی توجہ نہیں کرنی چاہتا +

میں۔ امیرالمؤمنین! آپنے بشر کا نقض ملاحظہ فرمایا۔ اور اُس کی یہ جسارت بھی دیکھی کہ وہ کس دیدہ دلیری سے مجھے بھی قرآن کریم کے عدم تفقہ پر اپنے ساتھ دبر رہا ہے حالانکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ میں اصلاً اس نسویت میں اُس کا مثیل نہیں ہوں۔ نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب ہی میں تفقہ بالقرآن کے باب میں میرا اور بشر کا امتیاز فرماتے ہوئے میری تصدیق اور اُس کی تکذیب فرما دی ہے +

مامون۔ ہاں! وہ آیت پیش کیجئے جس میں بشر کی تکذیب اور آپ کی تصدیق فرما دی گئی ہے +

میں۔

أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ (الرعد)

کیا وہ شخص جو تیری طرف نازل شدہ شے کو حق کہتا ہو۔ اُس آدمی جیسا ہے۔ جو اندھا ہے۔ بات یہ ہے کہ نصیحت عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں ❖

امیرالمومنین! قسم ہے اللہ کی میں تو جانتا ہوں کہ جو کچھ رسول پر نازل ہوا۔ وہ "حق" ہے اور اس پر صمیم قلب سے ایمان لا چکا ہوں۔ مگر بشر خود ہی کہہ رہا ہے کہ (انہم لایعلمه ولایفهمه ولایعقله ولایقبله) وہ نہ جانتا ہے۔ نہ سمجھتا نہ عقل کرتا ہے۔ اور نہ اس کو تسلیم ہی کر رہا ہے اور یہ کہ اُس حق کے ساتھ وہ کوئی دلیل قبول نہیں کر سکتا۔ گویا بشر نے نہ تو وہ کہا۔ جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ نہ اُس کا اعادہ کیا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا۔ نہ وہ کہتا ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ نہ اُس پر ہی قائم ہے۔ جو ملائکۃ اللہ کہتے ہیں۔ نہ اُس نے اس سے ہی کوئی سروکار رکھا جس سے مومنین واسطہ رکھتے ہیں۔ اور نہ اُس سے رشتہ جوڑا۔ جس سے اہل کتاب کو تعلق ہے۔ اسی لئے تو آیت مذکورہ میں اللہ عزوجل نے (کمن هو اعمیٰ) فرمایا۔ تو یہاں اس سے مراد بشر ہے۔ جسکا ذکر فرماتے ہوئے۔ اُس کو زمرہ "اولوالالباب" سے خارج کر دیا۔ ولیکن الحمد للہ کہ امیرالمومنین کو مبدأ فیض سے جو فراست نجابت عطا ہوئی ہے۔ اور انعامات آلٰہی سے فہم و معرفت الٰہی کی جو ودیعت نصیب ہوئی ہے۔ بنا براں اُنہوں نے میرے استدلال کو سمجھتے ہوئے اُس کو مستحسن قرار دیا۔

بشر۔ (صدر مجلس کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے) انہوں نے آپکے سامنے قرآن کے "شے" ہونے کا اقرار تو کر لیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ وہ ابھی تک باوجود "شے" تسلیم کرنے کے بھی اُس کی تاویلات میں سرگرم سخن ہیں۔ مگر بہر حال ہم دونوں قرآن کے "شے" تسلیم کرنے میں متفق الرائے ہیں۔ جب صورتِ امر یہ ہے۔ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ صراحت النص (خالق کل شے) کے ہوتے ہوئے بھی قرآن کے "شے" تسلیم کرنے میں (جیسا کہ میں اُس کو حادث سمجھتا ہوں) اُن کو ابھی تک اصرار کیوں ہے۔ میں اپنے مقابل سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ۔ کیا آیت "خالق کل شئ" تمام اشیاء پر محیط نہیں؟ اگر یہ صحیح ہے۔ اور لا جرم صحیح ہی ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ قرآن کریم کو بھی اشیاء مخلوقہ کی طرح "شے" تسلیم کرنے سے سرِ مو انکار روا رکھا جائے۔ دیکھئے میرے استدلال سے تاویل و تفسیر دونوں کی بجائے صراحت النص کو کہاں تک مناسبت ہے ❖

میں۔ امیر المومنین! بشر کے اس دعوے ثانی کا بطلان پیش کرنا غرض ہے جس میں اُس نے بزعم خود قرآن کو نص التنزیل "شے" ثابت کیا ہے +

مامون۔ ہاں بیشک پیش کرو +

میں۔ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی داستان ہلاکت میں فرمایا +

تُدَمِّرُ کُلَّ شَیْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا (الاحقاف) ہلاکت کرتی تھی ہر ایک شے کو امر رب کے ساتھ +

بشر۔ کیا ہوا نے کوئی "شے" باقی چھوڑی ؟

بشر۔ بیشک اُس ہوا نے اس آیت کے مطابق کوئی ایسی "شے" باقی نہ رکھی جس کو ہلاک نہ کر دیا +

میں۔ حالانکہ جو شخص بشر کا سا دعویٰ کرے (کہ کوئی ایسی "شے" باقی نہ رکھی) ایسے آدمی کی خود اللہ تعالیٰ بنفسہ تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے +

فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤی اِلَّا مَسٰکِنُهُمْ (الاحقاف) پس اُن کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ اپنے ساکن کے سوا کچھ نہ باقی رکھے

پس اللہ تعالیٰ نے اُن ساکن کی سلامتی کا ذکر باوجود (تدمر کل شیء بامر ربہا) کے فرمایا اور ظاہر ہے۔ کہ ایک مسکن ہی کے ساتھ کتنی اور چیزیں بھی باقی رہنی لازم ہیں +

اسی ہلاکت کا ذکر یوں بھی فرمایا ہے +

مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ کَالرَّمِیْمِ (الذاریات) نہ چھوڑا اُس نے کسی شے کو جس پر وہ ہوا گزری مگر اُس کو راکھ کر تی گئی +

بطلان ثانی قصہ بلقیس سے،

ملکہ بلقیس کی شان شہنشاہی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ

وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ (النمل) اور دی گئی ہوں میں ہر شے

(بشر سے مخاطب ہو کر) کیا اس آیت کے مطابق تمہارے شاہی میں سے کوئی شے ایسی باقی رہ جاتی ہے جو بلقیس کو عطا کی گئی ہو ؟

بشر۔ نہیں بلکہ لفظ (اوتیت من کل شیء) ہر ایک نعمت پر مشتمل ہے +

میں۔ حالانکہ ایسے دعوے کی تکذیب اللہ تعالےٰ فرما رہا ہے۔ اس لئے کہ سلیمان علیہ السلام کی مملکت اور اُس کے لوازمات میں ملکہ بلقیس کی سلطنت سے ایک لاکھ گنا تفاوت تھا +

علم آلٰہی پر بحث لطیف
اور
بشر کا تجاہل عارفانہ

اب میں نے ایک دوسرے عنوان سے بشر کا مقابلہ شروع کیا۔ اور کہا کہ اگرچہ کلام آلٰہی میں تمہارے اباطیل کا تار و پود بکھیرنے کیلئے بیشمار کیل کانٹے موجود ہیں۔ مگر میں یہ چند آیات +

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (آل عمران) — اور نہیں احاطہ کرسکتے وہ کسی شے کا اس کے علم میں سے مگر جس قدر وہ خود چاہے +

لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْھَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَیْکَ اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ (النساء) — لیکن اللہ تعالیٰ شاہد ہے اس شے پر جو اُتاری گئی تیری طرف اور یہ کہ اُتارا اس نے اُسکو ساتھ علم اپنے کے

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِہٖ (فاطر) — نہیں اُٹھاتی کوئی مونث اور نہ کوئی حاملہ حمل کو مگر اللہ کے علم کے ساتھ

پیش کرنے کے بعد تم سے دریافت کرتا ہوں۔ جیسا کہ ان آیات سے اللہ تعالیٰ کا عالم ہونا ثابت ہے کیا تم بھی اس کا اقرار کرتے ہو؟

کیونکہ بشر اب تک جوابان بالتنزیل اور جواب بالتنزیل کا تا چلا آ رہا تھا تو میں نے نص التنزیل کو ایک دوسرے کی صورت میں پیش کیا جسکی حقیقت آگے چل کر واضح ہو گی۔ مگر بشر کہ جس کے لیے اس سوال کا صاف اقرار یا قطعی انکار دونوں حالتیں گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کا سا معاملہ تھا۔ جواب سے کترا گیا۔[1] اور اپنے فطری مکابرے کو بروئے کار لا کر کہا ان اللہ لا یجہل (اللہ تعالیٰ جاہل نہیں) کیوں نہیں! اگر وہ صاف انکار کرتا۔ تو اندریں احوال صراحتاً نص التنزیل سے انکار لازم آتا جس سے اُس کی ضلالت و کفر عیاں ہو جاتی۔ اور در حالت تسلیم آن احدیں اس کے تمام دفاتر کا ذیب پارہ پارہ ہو جاتے۔ بہرحال اس کے اس تجاہل عارفانہ پر میں نے ماموں سے کہا +

امیر المومنین! بشر علم آلٰہی سے متعلق صاف انکار کیوں نہیں کرتا۔ تاکہ میں اس کے بعد اس علم کے معنی دریافت کرسکوں۔ کیونکہ اس کا جواب (ان اللہ لا یجہل) تو ایک گونہ تجاہل عارفانہ پر دال ہے۔

اس پر بشر نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا +

[1] مصنف نے اس جگہ لفظ "حاد" کا استعمال کیا ہے جس کے لغوی معنی مائل و عدل کے ہیں کما فی المنجد صفحہ ۱۱۳ مگر اردو میں بغیر "کترانا" یا تجاہل عارفانہ کے اس کا مفہوم بہترین طور پر ادا نہ ہو سکتا تھا۔ مترجم

بشر۔ اتعرف الجیدۃ ؟ تم حیدہ (تجاہل عارفانہ) سمجھتے بھی ہو ؟

میں نے کہا خوب! میں تجاہل عارفانہ کو نہیں سمجھتا! حالانکہ وہ ہمیشہ سے کفار کا ایک معتمد علیہ آلہ کار ہا آیا ہے۔ اب مامون نے از رہ ذوق مجھ سے (حیدہ) تجاہل عارفانہ کے امثال و نظائر دریافت کئے۔ اور کہا۔ کہ تم کتاب اللہ سے (حیدہ) تجاہل عارفانہ کی مثال پیش کر سکتے ہو ؟ +

میں۔ کیوں نہیں! اور نہ صرف کتاب اللہ۔ بلکہ سنت المسلمین اور لغت العرب میں سے بھی اس تجاہل عارفانہ کے نظائر بیان کر سکتا ہوں +

تجاہل عارفانہ کی مثال کلام مجید میں سے

هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ (الشعراء) کیا وہ بت سنتے ہیں۔ جب تم اُن کو پکارتے ہو۔ یا نفع یا ضرر پہنچا سکتے ہیں تم کو۔

ظاہر ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ سوال اُن کے معبودوں کی مذمت اور خود اُن کی سفاہت کی بنا پر تھا جس کی غرض سے کفار بھی آگاہ ہو گئے۔ اب اسلوب سوال کا مقتضی تو یہ تھا۔ کہ کفار یہ کہتے۔ کیوں نہیں! جب ہم پکارتے ہیں۔ تو وہ سنتے ہیں۔ یا ہم کو اُن سے نفع و نقصان پہنچتا ہے۔ لیکن اگر وہ یہ تسلیم کر لیتے۔ تو ظاہر تھا۔ کہ صریح جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ پتھر کے اُن مجسموں سے نطق یا نفع و ضرر سب کچھ ناممکن الوقوع ہے یا کفار اس سوال پر یہ کہتے۔ لا یسمعون حین ندعو و لا ینفعون و لا یضرون۔ نہیں سنتے (جب) جب ہم پکارتے ہیں اُن کو اور نہ نفع و ضرر ہی پہنچا سکتے ہیں ہم کو +

تو اس حالت میں وہ اپنے ان معبودوں کی قدرت سے خود ہی انکار کرتے اس بنا پر اُن کو اپنے اوپر ابراہیم کے غلبہ کا ڈر بھی مارے لیتا تھا۔ اس لئے اُن تمام مشکلات سے گلو خلاصی کے لئے منتخصین ابراہیم نے تجاہل عارفانہ کی راہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ کہ

بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ (الشعراء) بلکہ ہم نے اپنے بزرگوں کو (اُن کی پوجا کرتے ہوئے) یہی کرتے ہوئے پایا ہے (اور بس)

سنتہ المسلمین میں تجاہل عارفانہ کی مثال

روی عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ قال لمعاویۃ وقد قدم علیہ فازارہ عمر بن خطاب سے روایت ہو۔ کہا۔ کہ ایک روز معاویہ اُن سے ملنے کیلئے آئے۔ معاویہ اُس زمانہ میں کچھ

یکاد ینفقاء شحماً فقال یا معاویۃ ماھذا لعلھا من نوبۃ الضحیٰ در دالخصوم قال معاویۃ یا امیر المومنین علمنی وفھمنی ، (حدیث)

بھاری بھرکم سے ہو گئے تھے۔ عمر نے کہا۔ یہ فربہی شاید دوپہر کے سونے سے آگئی ہو معاویہ نے اس کا جواب تو کچھ نہ دیا۔ اور کہا۔ امیر المومنین! مجھے کوئی مسئلہ بتایئے اور اس کو واضح طور پر بیان فرمایئے ؛

حالانکہ امیر معاویہ کا یہ جواب فاروق اعظم کے سوال کا جواب نہ تھا۔ بلکہ ایک تجاہل عارفانہ تھا۔ کیونکہ جناب معاویہ حضرت عمر کے اس سوال سے گھبرا سے گئے تھے ؛

تجاہل عارفانہ کی مثال لغت عرب سے

امرؤ القیس مترنم ہے ۵

تقول وقد مال الغبیط بنا معاً عقرت بعیری یا امرأ القیس فانزل

(ترجمہ) جب میں اس کے ہودج میں جا دھمکا۔ تو وہ کہنے لگی کہ امرؤ القیس اتر بھی جاؤ دیکھتے نہیں کہ میرا اونٹ ہلاک ہوتا جا رہا ہے) ؛

۵ فقلت لھا سیری وارخی زمامہ ولا تبعدینی عن جناک المعلل

میں نے کہا۔ واہ! اس کو ذرا اور تیز چلاؤ۔ اور دیکھو! مجھے اپنے رخساروں کے ان تابناک خوشوں سے محروم نہ رکھو) ؛

حالانکہ امرؤ القیس کا یہ جواب اصل سوال کا جواب نہ تھا۔ بلکہ صریحاً "تجاہل عارفانہ" ہی تو تھا۔ مامون امثال کے اس نوادر بہیم سے محظوظ ہو کر بشر پر بے طرح ٹوٹا۔ کہ "اپنے مناظر کے جواب کے تم یہ "تجاہل عارفانہ" کیوں برت رہے ہو!!!

بشر میں نے تو کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جاہل نہیں۔ اور جواب کیا دوں۔ بلکہ میرا مناظر مجھکو اپنی طلاقت لسانی سے درغلانا چاہتا ہے ؛

میں۔ لاجرم یہ تو صحیح ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جاہل نہیں لیکن میرا سوال اس کے جہل سے متعلق

۵ یہ وہ مقام ہے۔ جبکہ امرؤ القیس اپنی محبوبہ فاطمہ کے کوچ پر دفاذکی۔ کانی غداۃ البین الخ) رونے دھونے فاذکی۔ وان شفائی عبرۃ مھراقۃ الخ) کے بعد۔ یوم علیٰ ظھر الکثیب تعذرت الخ کے ایسے تصورات سے متاثر ہو کر اس کے ناقہ کا نقش پا دیکھتا ہوا عاشقانہ جرأت نہیں بلکہ بیباکیانہ جسارت سے کام لیکر فاطمہ کے ہودج میں جا دھمکا۔ مترجم ؛

۵ یہاں یہ لفظ ہے :" ولکنہ یتعنت" منجد میں ہے۔ والتعنت بمعنی سالہ عن جہۃ التلبیس۔ مترجم

نہیں۔ بلکہ "علم" سے ہے۔ مناظرہ کیلئے شایاں ہے۔ کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے "علم" کا اقرار کرے جیسا کہ اُس نے اپنی کتاب میں بصراحت فرما دیا ہے۔ اس اقرار کے بعد اگر وہ "جاہل نہیں" بھی کہہ دے۔ تو کوئی مضایقہ نہیں +

بشر۔ اُس سے جہل کی نفی کرنا ہی علم کا ثابت رکھنا ہے۔ اگرچہ طریق دوسرا سہی +

میں۔ امیر المومنین! جس طرح برائی کی نفی سے خوبی لازم نہیں آسکتی۔ مگر خوبی کے اثبات سے برائی کی نفی لازم آسکتی ہے۔ بعینہٖ اُسی طرح جہل کی نفی سے "علم" کا اثبات نہیں ہو سکتا مگر "علم" کے اثبات سے جہل کی نفی لازم آسکتی ہے +

بشر۔ یہ کیونکر؟

میں۔ تمہارا "انہ لایجھل" کہنا ایک اضطراری حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس سے ذات الٰہی کیلئے اثبات علم ثابت نہیں آسکتا۔ اور نہ یہ اُس کی تعریف ہی قرار دی جاسکتی ہے سنئے! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ملائکہ مقربین میں سے اگر کسی فرشتہ کی کسی نوع علم کا ذکر کرتا ہے۔ تو آپ کی طرح محض "نفی الجھل" پر اکتفا نہیں رکھتا۔ بلکہ کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون ہے نہ کہ "یعلمون" کی بجائے "لایجھلون" ہے (وہ جاہل نہیں ہے)۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متعلق اس طرح فرمایا +

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ	اللہ تجھے معاف کرے۔ کیوں اجازت دی تونے اُن کو
حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ	(تو اجازت نہ دیتا)، کہ ظاہر ہو جاتے تیرے لئے صادق
تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (توبہ)	اور جان لیتا تو جھوٹوں کو +

اور اسی طرح مومنین کی تعریف میں اِنَّمَا یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ نہ کہ للعلماء کی بجائے "لایجھلون" فرمایا! امیر المومنین! یہ طریق تو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے۔ اور یہ طرح جو بشر نے ڈالی ہے۔ اس کی تو نظیر ہی مفقود المثال ہے +

مامون اس طرز استدلال سے متاثر ہو کر بے ساختہ کہہ اٹھا کہ بیشک بشر نے تمہارے جواب میں تجاہل عارفانہ برتا۔ مگر یہ تو کہیے کہ اگر تمہارا مناظر اس امر (ان اللہ علیماً) کا اقرار کرلیتا۔ تو اس سے تمہارا مطلب بھی کیا حاصل ہو سکتا تھا؟

میں۔ بہت کچھ! یعنی اگر وہ خداوند کریم کے ساتھ اثبات علم کا اعتراف کرلیتا تو پھر ان کا نام کراماً کاتبین ہے۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ کرتے ہو تم +

میں یہ دریافت کرتا۔ کہ کیا وہ علم تمام اشیاء مخلوقہ تک میں بھی داخل ہے؟ پھر اگر وہ یہ تسلیم کر لیتا۔ تو اس صورت میں لامحالہ خدا تعالیٰ کی مشابہت اُس مخلوق کے ساتھ ثابت ہوتی۔ کہ اَخرجھم من بطون اُمھاتھم لایعلمون شیئاً الآیۃ (نکالا اُن کو اُن کی ماؤں کے پیٹوں سے جو نہیں جانتے کوئی بات بھی) جن پر صادق آتا ہے۔ اور ہر ایک وہ "شے" جو اُس کے ایسے علم سے پہلے وجود میں آسکتی۔ اُس سے متعلق بھی اُس کی لاعلمی ہی ثابت ہوتی۔ حالانکہ یہ صفت خالق کیلئے نہیں۔ بلکہ مخلوق کے واسطے شایاں ہے۔ جو شخص ایسی صفات کا انتساب ذات باری سے کرے۔ لاجرم وہ کافر ہے۔ اور واجب القتل۔ اور اگر بشر یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء سے خارج ہے۔ تو گویا وہ اپنے اس کذب و افتراء سے رجوع کر رہا ہے جس کا اُس نے بیڑا اُٹھا رکھا ہے پس اگر وہ ایسا تسلیم کر لیتا۔ تو میں بھی یہی کہتا کہ اسی طرح اُس کا کلام بھی تمام محدثات سے خارج ہے جس طرح کہ اُس کا علم جملہ اشیاء سے خارج ہے +

(بشر کے متشبہ ہونے کا شبہ اور مامون کی حضارکو تنبیہ)

مامون اس موقع پر اور بھی مسرور ہوا۔ اور ذوق طبعی سے منبسط ہو کر فرمایا

مامون۔ کیوں عبدالعزیز! اللہ تعالےٰ عالم ہے؟

میں۔ ہاں وہ عالم ہے +

مامون۔ تم یہ بھی کہتے ہو۔ کہ ذات الٰہی کیلئے علم ثابت ہے؟

میں۔ ہاں اُس کیلئے علم ثابت ہے +

مامون۔ تم اس کے بھی مدعی ہو۔ کہ وہ سمیع و بصیر ہے؟ +

میں۔ کیوں نہیں وہ ضرور سمیع اور بصیر ہے +

مامون۔ گویا تم اُس کے لئے سامع اور باصرہ کا اقرار کرتے ہو؟

میں۔ ہرگز نہیں!

مامون۔ پھر اس کی مزید توضیح کیجئے؟ کہ کیونکر؟

میں۔ جناب والا! یہ تو صاف امر ہے۔ کہ اُس نے بنفسہ اپنے عالم ہونے کی خبر بمصداق آیت: عالم الغیب والشہادۃ (جاننے والا غیب اور ظاہر کا) دی جس سے ہم نے اس کیلئے علم ہونا تسلیم کر لیا۔ اور خود ہی بمصداق "سمیع بصیر"، وہ سننے والا ہے اور

جاننے والا) اپنے لیئے سماعت اور بصارت کا ذکر فرمایا جس سے ہم نے بھی اُس کے سمیع اور بصیر ہونے پر تیقن کر لیا۔ مگر نہ تو اُس ذات صمدیت نے اپنی کتاب میں یہ کہا، کہ میرے کان بھی ہیں اور نہ اپنے لیئے آنکھ ہی کا تذکرہ فرمایا۔ بایں سبب ہم نے بھی اُس کے لیئے کان اور آنکھ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

بعض شاطر حضار مجلس جو میرے سابقہ کلام سے عوام کو میرے مشبہ ہونے کا مغالطہ دے رہے تھے۔ یہاں آکر مامون نے اُن کو بزور تنبیہ فرمایا اور کہا ماھو بمشبہ فلا تکذبوا علیہ۔ عبدالعزیز مشبہ نہیں ہے اس پر جھوٹ کے طوفان مت باندھو۔

علم الٰہی کیا شے ہے؟

بشر کو طوعاً نہ سہی۔ کرہاً ہی۔ مگر میرے استدلال و دلائل کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا لیکن اس پر بھی اُس کی شقاوتوں نے اُس کو بند نہ رکھا۔ اور اب آکر اس نے ایک اور شاخسانہ کھڑا کر دیا یعنی مجھ سے علم الٰہی کی ماہیت کے دریافت پر مصر ہوا۔ اور کہا۔

"فای شئ علم اللہ وما معنی علم اللہ" پھر علم الٰہی کیا شے ہے؟ اور اُسکے کیا معنی ہیں؟ میں۔ جناب۔ "علم" ذات باری کی وہ خصوصیت ہے جس کی خبر اس نے نہ تو ملائکہ مقربین میں سے کسی کو دی۔ اور نہ جماعت رُسُل ہی میں سے کسی کو اس پر آگاہ فرمایا۔ یہ اس لیئے کہ اُس کا علم مخلوق میں سے ہر ایک کے "مدرکہ" اور "مخیلہ" کے منتہا تک سے ارفع تھا۔

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (بقرہ)

اور نہیں گھیر سکتے اُس کے علم میں سے کوئی شے مگر صرف اتنا جو کچھ کہ چاہا خود اللہ تعالیٰ نے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ (جن)

وہ عالم الغیب ہے کہ کسی کو بھی اُس نے اپنے علم سے آگہی نہیں بخشی مگر جس کو چاہا اپنے رسولوں میں سے کچھ بتا دیا۔

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (انعام)

علم غیب کی کنجی اُس کے پاس ہیں جنکو سوا اُسکے دوسرا نہیں جانتا وہی جانتا ہے خشکی اور تری کے تمام احوال۔

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (لقمٰن)

اگر زمین کی تمام روئیدگیوں کی قلمیں بنائی جائیں اور تمام سمندروں کی روشنائی بلکہ ان کے ساتھ اتنے ہی بڑے سات سمندر اور بھی ملائے جائیں۔ تو بھی تعریف الٰہی کے کلمات ختم نہ ہونگے بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا۔

میری بشر کو تنبیہ اور مامون کی مسابقت

یہاں آکر میں نے بر سبیل زجر بشر سے کہا۔ کہ تم آیت " وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ " سے اس جگہ میرا مطلب بھی سمجھتے ہو۔ بشر ابھی بولنے نہ پایا تھا کہ مامون مسابقت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہاں! ذرا بشر کو اس کا مطلب ضرور بتا دیجئے" کیونکہ مامون میرے حسن کلام اور اپنے ذوق طبعی سے از خود رفتہ ہو رہا تھا۔

میں۔ جناب من! سطح ارض پر جس قدر درخت اور نباتات ہیں بلکہ اس کے سوا بھی جس شے سے قلم بن سکتا ہے۔

اگر ان تمام درختوں اور اس تمام نباتات وغیرہ کے قلم تراش کر اور موجودہ سمندروں سے سات گنا اور پانی بڑھا کر روشنائی بنا لی جائے پھر تمام مخلوق ذات الٰہی کی تعریف و تحمید کو احاطۂ تحریر میں لائے۔ تو بھی محامد الٰہی کا احصا ناممکن ہے۔ پھر جس ذات گرامی کی تحمید و تمجید اس حد تک غیر محدود ہو۔ تو اس کا علم مخلوقات میں سے کسی کے مخیلہ میں کیونکر آ سکتا ہے۔ اسی لئے تو ملائکہ نے لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (نہیں جانتے ہیں جو بتایا تو نے)، سے اپنی کوتاہی کا اعتراف کیا۔ نیز فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (لقمان)

بیشک اللہ ہی جانتا ہے علم قیامت کا۔ وہی اتارتا ہے مینہ۔ اور جانتا ہے جو کچھ رحموں کے اندر ہوتا ہے اور نہیں جانتا ہے کہ وہ کل کو کیا کریگا۔ اور نہ جانتا ہے کوئی نفس یہ کہ کس زمین میں جا کر وہ مریگا۔ بیشک اللہ ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

حدیث میں وارد ہے:۔

سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن علم الساعۃ فقال علمہا عند ربی فی خمس لا یعلمہا الا ھو وتلا ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام الآیۃ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا علم دریافت کیا گیا۔ فرمایا۔ اس کا علم رب میرے کو معلوم ہے۔ پانچ چیزیں ایسی ہیں۔ کہ جس کا علم اس کے ماسوا کو معلوم نہیں۔ پھر آپ نے آیت۔ ان اللہ عندہ علم الساعۃ اخیر تک پڑھی۔

گویا یہ پانچ امور جن کی مجزاور علم اللہ تعالےٰ نے اپنے لئے مختص رکھا۔ اس کی آگہی سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک عاجز تھے۔ جب صورت حال یہ ہو۔ تو اُن کی اُمت میں سے مجھ ایسا شخص اس سے واقفیت کا ادعا کس بل بوتے پر کر سکتا ہے؟"

بشر اس پر بھی قانع نہ ہوا اور کہنے لگا۔ کہ اس طول کلامی کو چھوڑ کر نفس مطلب کی طرف آیئے۔ اور نص التنزیل کے ساتھ علم الٰہی کی تعریف کیجئے ورنہ امیرالمومنین اور جملہ حضار مجلس سمجھ لینگے کہ تم خود میرے سوال کو اُس "تجاہل عارفانہ" سے ٹال رہے ہو جس کو تم ابھی ابھی میرے سر تھوپ چکے ہو۔ مگر جس میں اب میں اور تم دونوں مساوی الحیثیت قرار پا ئینگے

میں بشر اور شیطان دونوں کے ورغلانے میں نہ آسکونگا

میں حیرت ہے۔ اس ذکاوت پر۔ تم مجھ سے بار بار وہی بات دریافت کئے جاتے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جس کے نطق تک سے مجھے باز رکھا ہے۔ گویا تم اُس لغویت پر مصر ہو جس کا محرک بجز شیطان کے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ لیکن یاد رکھئے۔ مجھ سے ایسی توقع بھی سودائے خام ہے۔ کہ میں احکام الٰہی کی نافرمانی کرتا ہوا تمہارے اور شیطان کے ورغلانے میں آجاؤں اور علم الٰہی کی ماہیت یا اُس کے معنی تک زبان پر لا سکوں۔ مامون بے اختیار ہنسکر کہنے لگا؟

"کیوں عبدالعزیز! بشر تم سے اُس قول پر نطق کا مستدعی ہے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں باز رکھا اور اس قول کو حرام قرار دیا؟ اور دوسری طرف شیطان اس کلمہ کے نطق کا محرک و آمر بنا؟"

میں۔ بیشک!

مامون۔ آپکے اس ادعا کا ثبوت بھی قرآن سے مل سکتا ہے؟

میں۔ کیوں نہیں! بلکہ اُسی نص التنزیل سے جس کا کہ بشر مطالبہ کرتا چلا آرہا ہے۔

مامون۔ آپ ذرا اس کو معرض بیان میں تو لایئے؟

میں۔ سُنئے

إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا

میرے ربنے ہر ایک قسم کی پوشیدہ اور ظاہر بیحیائی اور گناہ و سرکشی سے بغیر کسی حق کے منع فرمایا اور حتیٰ کہ شرک کرو تم اللہ کے ساتھ وہ چیز کہ نہیں اُتاری اللہ نے ساتھ اُس کے دلیل اور اس سے بھی روکا۔ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ کلمہ کہو جسکو تم نہیں

تَعْلَمُوْنَ (الاعراف) جانتے ۔

اس آیت کے مطابق تو اللہ تعالیٰ اس کلام کے نطق تک سے منع فرماتا ہے جس کے علم سے ہم بے بہرہ رکھے گئے۔ اور دوسری طرف شیطان حکم الٰہی کے خلاف تحریک کرتا ہو

يٰاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (بقرہ)

لوگو جو کچھ زمین میں حلال اور طیب ہے کھاؤ۔ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ کیونکہ وہ تمہارا بڑا بھاری دشمن ہے۔ وہ ہمیشہ تم کو برائی اور بےحیائی کا امر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر وہ کلمہ کہو جس کو تم خود نہیں جانتے۔

گویا رب العلمین نے جس قول کے نطق تک سے منع فرمایا۔ ابلیس اُس کا آمر اور محرض بنا۔ الغرض جب نص التنزیل یوں آجائے۔ تو میں کیونکر فرمان الٰہی سے سرتابی کرکے بشر اور اُس کے شریک کار شیطان کی اطاعت کروں!

مامون اس کلام سے محظوظ ہو کر اس قدر کھل کھلایا کہ آداب مجلس کی مجبوری سے اس کو دونوں ہاتھ منہ پر رکھتے ہی بنی۔

بشر سے ایک اور حمق کا ارتکاب

میرا مناظر بجائے اس کے کہ میرے ان دلائل کے آگے سر تسلیم جھکائے علم الٰہی کی ماہیت دریافت کرنے کیلیے ایک اور معمہ بنا لایا جس کا حل اس کے نزدیک مطلقاً لاینحل تھا۔ مگر گیا!!!

بشر۔ کیوں جناب اگر آپ کے سامنے دو شخص یہ قضیتہ لائیں یعنی

ایک تو یہ کہے

حلفتُ بالطلاق ان علم الله هو الله[1]

میں طلاق کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علم الٰہی عین ذات الٰہی ہے

اور دوسرا یہ کہے

حلفت بالطلاق ان علم الله غير الله

میں طلاق کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علم الٰہی اُس کی ذات سے علیحدہ ہے

تو آپ اس پر کیا فیصلہ صادر فرمائینگے؟

میں۔ میں اُن سے اُن کے سوال۔ ان کی جہالت۔ اور اُن کی بوالعجبی سب کے جواب میں خاموشی اختیار کروں گا۔

[1] طلاق کی قسم کھانے سے مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بات ثابت نہ ہو تو میری بیوی پر طلاق ہے۔ (مترجم)

بشیر۔ تو پھر آپ کا ادعا علم و فضل ہی کیا حقیقت رکھتا ہے۔ اگر آپ ان کے جواب میں بالکل صامت رہینگے۔ تو لازماً آپ اور سائل دونوں جہالت و بوالعجبی میں مساوی قرار پا ئینگے ❖

ہیں۔ تو آپکے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا۔ کہ مجھ سے خواہ کیسا ہی سوال کیا جائے اُسکا ذکر کتاب اللہ اور حدیث میں اگرچہ کنایۃً بھی نہ ہو۔ مگر میں افتا کیلئے ضرور مکلف ہوں یہی نہ؟

اگر آپ اس کی کوئی اصل کتاب و سنت یا اقوال ائمہ میں پاتے ہوں تو بتا دیجئے؟

بشیر۔ ائمہ اسلام ہی کیا۔ تمام بنی آدم کا بھی وطیرہ ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔

ہیں۔ بلکہ تمام اصحاب جہل و حمق کا کہئے۔ کیونکہ ارباب علم تو اس کے سخت مخالف ہیں ❖

کوکب ابراہیمی کی عدم تعیین

اس کے بعد میں نے مامون کی طرف متوجہ ہو کر یوں شوق کلام شروع کیا۔

امیر المومنین آپ انصاف کیجئے! جس طرح یہ امنا ظر فرما تا ہو اگر اس طرح بجائے دو کے تین اشخاص میرے پاس یہ قضیہ لیکر آئیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے جس سیارہ کے دیکھنے کی خبر اللہ تعالےٰ نے بمصداق آیت ذیل ارشاد فرمائی ہے:۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ	جب تاریکی کر لی اس پر رات نے۔ دیکھا ابراہیم نے ایک سیارہ۔ تو کہا یہی ہے میرا رب پھر جب وہ ستارہ غروب ہو گیا تو ابراہیم نے کہا میں چھپ جانے والوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ❖

اب ان تینوں آدمیوں میں سے

ایک تو یہ کہے	دوسرا کہے	تیسرا یہ کہے
حلفت بالطلاق انه المشتری	حلفت بالطلاق انه الزهرة	حلفت بالطلاق انه المریخ
یعنی طلاق کی قسم کہ وہ ستارہ مشتری تھا	یعنی طلاق کی قسم ہے وہ ستارہ زہرہ تھا	یعنی طلاق کی قسم ہے وہ ستارہ مریخ تھا

اور وہ تینوں ہی مجھے افتا کیلئے مجبور کریں۔ تو کیا مجھ پر لازم ہے کہ میں اُن کو ایک ایسے مسئلہ پر جواب دوں جس کی تعیین اللہ تعالیٰ نے نہ فرمائی نہ اُس کے رسول ہی کی زبان نے اُس کے متعلق کچھ کہا؟

مامون۔ بیشک تم پر ہرگز ایسے سوال کا جواب دینا لازم نہ ہوگا ❖

مکفلین مریم علیہا السلام کے اقلام

ہیں ۔ امیر المومنین ۔ آپ غور فرمائیں ۔ اگر میرے پاس کوئی تین افراد ایک ایسا قضیہ لے کر آئیں کہ جناب عز اسمہ نے آیت :-

اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَہُمْ اَیُّہُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ — جس وقت وہ اس غرض کیلئے قلمیں ڈالتے تھے کہ مریم کی کفالت کس کو نصیب ہو ۔ (عمران)

میں جن قلموں کا تذکرہ فرمایا ہے تو

تو ایک تو یہ کہے — دوسرا یہ کہے — اور تیسرا یہ کہے

حلفت بالطلاق انہا من نحاس — حلفت بالطلاق انہا من فضۃ — حلفت بالطلاق انہا من خشب

طلاق کی قسم ہو وہ قلمیں تانبے کی تھیں — طلاق کی قسم ہو وہ چاندی کی تھیں — طلاق کی قسم ہو وہ لکڑی کی تھیں

اور وہ تینوں ہی مجھے افتاء کیلئے مجبور کریں ۔ تو کیا میں ضرور مکلف ہوں کہ ایک ایسے تعین پر لب کشائی کروں جس کا تذکرہ خدا اور اُس کے رسول نے اصلاً نہیں فرمایا ہے ۔ مامون ۔ ہرگز آپ اس کے مکلف قرار نہیں پا سکتے ۔

تعیین مؤذن یوم الحساب

ہیں ۔ امیر المومنین ۔ آپ خیال تو کیجئے ۔ مثلاً کوئی تین اشخاص میرے پاس ایک ایسا قضیہ لیکر آئیں کہ جناب صمدیت نے بمصداق آیت :-

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَیْنَہُمْ اَنْ لَّعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ (اعراف) — پھر آواز دیگا ایک موذن کہ تحقیق لعنت ہو اللہ کی ظالموں پر ۔

جس موذن کا ذکر بیان فرمایا ہے

تو ایک ان میں سے یہ کہے — دوسرا یہ کہے

حلفت بالطلاق ان المؤذن من الجن — حلفت بالطلاق ان المؤذن من الانس

مجھے طلاق کی قسم ہے وہ موذن جن تھا — مجھے طلاق کی قسم ہے وہ موذن انسان تھا

اور تیسرا یہ کہے

حلفت بالطلاق ان المؤذن من الملٰئکۃ

مجھے طلاق کی قسم ہے وہ موذن فرشتہ تھا

اور وہ تینوں مجھے فتوے دینے کیلئے اصرار کریں تو میں مجبور ہی ہوں گا کہ ان

موذن کی تعیین جنسی کروں؟ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول نے اس پر مطلقاً کچھ نہ فرمایا ہو
مامون۔ آپ کسی صورت میں ایسے افتار پر مجبور نہیں کئے جا سکتے۔

بشر کے تحمق پر مامون کی مہر صداقت

میں۔ پھر آپ ہی انصاف فرمائیں۔ جبکہ مخلوقات (ستارے۔ اقلام۔ موذن) میں سے مذکورہ حقایق کو اللہ تعالےٰ نے مستور رکھا۔ نہ اُن کا تعین حدیث ہی سے ثابت ہو سکا۔ اور نہ دیگر مسلمانوں ہی کو اس تعیین کیلئے مکلف کیا گیا تو اندریں احوال ہم ایسی بڑی جسارت کیونکر کر سکتے ہیں۔ کہ علم الٰہی (جو مخلوق نہیں بلکہ قدیم ہے) کی ماہیت اور اس کے معنوں کا تعین یا اُس کی تفسیر کر سکیں۔ امیر المومنین! پھر میرے مخالف کا یہ جہل وحمق کیسا انوکھا سا ہے۔ کہ وہ ایک ایسے سوال پر جواب نہ دینے کو جہالت پر مبنی سمجھتا ہے۔

مامون (احسنت یا عبد العزیز!) تم نے خوب کہا۔

بشر۔ بلکہ جس الزام کو میرا مناظرہ میرے سر تھوپ رہا ہے۔ اُس میں ہم دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ جس طرح میں نے عبدالعزیز کے سامنے ان اللہ علم (علم اللہ) کے تسلیم سے انکار کر دیا۔ اسی طرح وہ بھی علم الٰہی کی ماہیت اور معنی سے تجاہل کر رہا ہے۔

بشر کی طرف سے تجاہل عارفانہ پر مزید مکالمہ سے رکنے کی درخواست

اب بشر صاحب صدر سے متوجہ ہو کر کہنے لگا۔

بشر۔ اب تک بحث میں چونکہ دونوں پلڑے متوازن رہے چلے آئے ہیں اور دونوں میں سے کسی کو دوسرے پر کوئی تفوق نصیب نہیں ہوا اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بحث کا رخ دوسری طرف پھیرا جائے۔

میں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ میرے مناظر کی عیاری ہے۔ کہ جب میں نے اسکو ہر ایک طرف سے بے بس کر دیا۔ اُسکے خود ساختہ مذہب جس کی دعوۃ وہ عامۃ المسلمین کو دے رہا ہے کی ہر ایک معقول طریقہ سے تردید کر دی۔ تو اب اگر وہ اپنے ایک مہمل اعتراض سے میرے عہدہ برآ ہو سکنے پر تجاہل عارفانہ جیسی صفت سیئہ میں مجھے بھی اپنے ساتھ سان رہا ہے حالانکہ میں کسی عنوان بھی اُس کا مثیل نہیں۔ کیونکہ میں تو اُس نص التنزیل کے مطابق جواب دے رہا ہوں جس پر ایمان و ایقان کی تلقین بنفسہ غراسمہ نے اپنے نبی۔ جملہ ملائکہ بلکہ تمام مخلوق کو فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

قل اٰمنتُ بِمَا اَنزَلَ اللہ مِن کِتٰبٍ (دستور) کہو ایمان لایا میں اس چیز پر جو کتاب کی صورت میں نازل ہوئی۔
مگر بشر ہے۔ جو اس ایقان سے بر ملا انکار کرتا چلا آرہا ہے۔ اور بار بار مجھے ایسے کلمات کے نطق پر مجبور کرتا ہے۔ کہ جسکا علم ذات الٰہی نے تمام انبیاء جملہ ملائکہ جمیع اولیاء۔ تمام مخلوقات اور خود بشر سے محجوب بصیرت و بصارت رکھا۔ اور آج ہی سے نہیں۔ بلکہ ازل سے ابد تک کیلئے ہیں اس تجاہل عارفانہ میں بشر کا ہم پلہ اس صورت میں ٹھہر سکتا تھا۔ کہ اگر وہ یا اُس کے انصار میں سے کوئی اور ہی علم الٰہی کی ماہیت یا اُسکے معنی بتا سکتا

تحریف مبحث اور بشر کے استدلال
خالق کل شئی پر مزید بحث و تمحیص

مامون۔ بیشک تم دونوں تجاہل عارفانہ کے لحاظ سے تباین ہو۔ اور عبد العزیز! واقعی تم نے سوق دلائل اور ان کے توضیح کے ساتھ اپنے خصم پر نصرۃ حاصل کرلی۔ مگر اب میں چاہتا ہوں۔ کہ بحث کا رخ کسی اور طرف پھیرا جائے۔

میں۔ بہت اچھا میں اس تعمیل کے لئے حاضر ہوں (اس کے بعد میں نے ایک اور طریق سے مناظرہ شروع کرتے ہوئے کہا) امیر المومنین! آپ ہی فرمایئے۔ کہ جب دو شخص باہم کسی جنس کا نرخ معین کریں تو ماپ یا تول کے وقت بائع مشتری کو نرخ معینہ کے مطابق جنس دے گا؟ یا حسب خواہش اس میں کمی بھی کرسکے گا؟

مامون۔ اگر دونوں نے نرخ پہلے سے معین کرلیا ہے۔ تو اب بائع کمی کا مجاز کیوں ہونے لگا

میں۔ بہت خوب! (بشر سے مخاطب ہو کر)

ہاں صاحب! آپنے آیت "خالق کل شئی"[۵] سے استدلال فرمایا ہے۔ کہ کوئی شے بھی ایسی نہیں جس پر یہ لفظ حاوی نہ ہو۔

بشر۔ کیوں نہیں! میں نے کہا ہے۔ تم یہ توہم سر سے نکال دو۔ کہ اپنی طول کلامی سے مجھے اپنے ادعا سے روک سکو گے۔

میں۔ امیر المومنین اس پر گواہ رہیں!

مامون۔ ہاں! میں شاہد ہوں۔

میں۔ تو اب ان آیات کو غور سے سنئے۔ کہ بشر کیونکر ایک جنس کا نرخ مقرر کرلینے کے بعد

۵؎ اللہ تعالےٰ پیدا کرنے والا ہے ہر ایک شے کا۔ مترجم)

ہیں کہ لئے اب کم تو لنا چاہتا ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (طٰہٰ) منتخب کر لیا تجھے میں نے اپنے نفس کیلئے۔

يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ (عمران) ڈراتا ہے تم کو اللہ اپنے نفس کے ساتھ۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (انعام) لکھی رب تمہارے نے اوپر نفس اپنے کے رحمت

تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ تو جانتا ہے جو کچھ میرے نفس میں ہے۔ اور میں نہیں

مَا فِي نَفْسِكَ (المائدۃ) جانتا جو کچھ تیرے نفس میں ہے۔

یہ اور ان کے سوا اور بھی بے شمار آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کیلئے نفس کا اطلاق فرمایا ہے۔ کہ کیا تم (بشر سے) ذات الٰہی کے لئے بھی نفس کا اعتراف کرتے ہو؟

بشر۔ ہاں! میں اعتراف کرتا ہوں۔

میں (مامون سے) آپ اس امر پر بھی شاہد رہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کیلئے "نفس" کا ہونا تسلیم کرتا ہے۔

مامون۔ بہت خوب میں اس پر بھی گواہ ہوں۔

کل نفس ذائقۃ الموت پر میرا نقض اور مجلس میں تہلکہ

میں۔ صاحب صدر! ایک طرف تو ذات تبارک و تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے نفس کا اطلاق فرمایا ہے۔ جیسا کہ آیات مذکورہ سے ثابت ہوا جس پر میرا مناظر بھی متفق ہے۔ اور اس کے اس اعتراف پر امیر المومنین بھی شاہد۔

مگر دوسری طرف اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ"

(ترجمہ ہر ایک نفس کیلئے موت کا مزا چکھنا لابدی امر ہے۔ اُدھر بشر ابھی ابھی آیت "خالق کل شی" کا جملہ اشیاء پر حاوی ہونا بھی تسلیم کر ہی چکا ہے۔ تو اب میں اپنے مناظر سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ

"کیا اللہ تعالیٰ کا نفس بھی اُن اشیاء مخلوقہ میں داخل ہے جن سب کو ایک نہ ایک دن موت کا مزا چکھنا لابدی ہے!!

بشر میرے اس نقض سے ابھی بہوت ہی تھا کہ مامون الرشید یوں چلا اٹھا۔
"معاذ اللہ! معاذ اللہ! یہ کلمہ کلمۂ کفر ہے"!
اِدھر یہ سنکر میں نے باآواز بلند کہا۔
"معاذ اللہ! معاذ اللہ! کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے نفس کو فانی موجودات میں شمار کرنا کفر ہے۔ اس طرح اُس کے کلام کو اشیاے مخلوقہ میں محسوب کرنا بھی کلمہ کفر سے کم نہیں"۔

بشر ایک طرف بھونچکا سا کھڑا رہ گیا۔ اور جب کچھ بن نہ آیا تو یوں چلانے لگا۔

بشر: یہ بھی کیا معقولیت ہے۔ کہ میرا مناظر مجھ سے جواب سُننے کی بجاے خود ہی گلا پھاڑتا چلا جارہا ہے۔

میں: نہیں! آپ فرمایئے!

بشر: سنیئے۔ یہ علیحدہ مسئلہ ہے۔ کہ ذات باری کا نفس اس کا غیر ہے یا عین۔ مگر یہ مسلمہ امر ہے کہ وہ نفوس فانیہ کے ساتھ کوئی مماثلت نہیں رکھتا۔

میں: کیا کہہ رہے ہو! مناظرہ کی اساس تو نص التنزیل پر قرار پا چکی ہے۔ اور میں اُس نص ہی کے مطابق اُس کے لئے "نفس" ہونے کا ثبوت بھی دے چکا ہوں۔ تم بھی جس کا اعتراف کر چکے ہو۔ اور امیر المومنین بھی اس پر شاہد چلے آرہے ہیں۔ پھر ان مزخرفات سے تم اپنی شکست اگر چھپانا چاہو۔ تو کتنا تعجب ہے!

"خالق کل شئ" کے مطابق بشر کا نقض نفس الٰہی پر اعتراف شکست اور اظہار سکوت

اس وقت بشر سے اور تو کچھ نہ بن آیا۔ صرف یہ کہکر خاموش ہو گیا۔ کہ تم ایک نقار مناظر ہو۔ میں اس شق پر اور زیادہ کلام کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ اب کسی اور حیثیت سے تبادلہ خیالات کرنا چاہیئے۔

اِدھر مامون الرشید بنفسہ میرے غلبہ دلایل اور بشر کی خاموشی سے اُس کی مغلوبیت کا احساس کر رہا تھا۔ اس لئے وہ بھی بشر کا ہم نوا بنکر آیات متذکرۃ الصدر کی مزید شرح و بسط پر مصر ہوا۔

جملہ جہان اسلام پر عرب کی فضیلت

میں۔ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں نزول قرآن فرماکر عرب کو تمام جہان پر گوناگوں فضائل و اکرام سے ممتاز فرمایا۔ ملاحظہ ہو۔

اِنَّآ اَنزَلنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (یوسف) ہم نے اتارا اُس کو (قرآن) عربی زبان میں +

اور

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ (مریم) ہم نے آسان کیا اُس (قرآن کو) کو تیری زبان میں +

خود قرآن کا اسلوب بیان بھی اُسی نہج پر رکھا۔ جو اہالیان عرب میں اُس وقت مسلّم تھا اس لئے یہ ودیعت بھی اہل عرب ہی کیلئے مختص تھی۔ کہ آیات قرآنی کے مفہوم۔ ان کے خصوص و عموم محکمات اور احکام مبہم کو تمام جہان سے بہتر کچھ وہی سمجھ سکتے ہیں۔ چنانچہ الحمد للہ کہ میں بھی بحیثیت عرب ہونے کے اس نعمت سے فائز ہوں +

آیات قرآن اپنے عموم و خصوص میں چار قسموں پر منقسم ہیں

میری اس تمہید کا مطلب یہ ہے کہ عموم و خصوص سے متعلق جو آیات ہیں۔ انکی توضیح چار اقسام پر مشتمل ہے۔ (۱) خاص (۲) عام اور یہ دونوں قسمیں اپنی اپنی جگہ دو اقسام پر منقسم ہیں (یعنی خاص دو پر اور عام دو پر)

پہلی قسم وہ ہے کہ ایک خبر عام ہے جس کے معنی خاص لئے گئے ہیں جیسے فرمایا:۔

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ (ص) میں پیدا کرنے والا ہوں انسان کو گارے سے +

اور

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ (عمران) تحقیق عیسیٰ علیہ السلام کی مثال نزدیک اللہ کے آدم کی مانند ہے (تخلیق میں)

ایک اور مقام پر فرمایا:۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰی (حجرٰت) اے تمام لوگو ہم نے تم کو ایک نر اور ایک مادہ میں سے پیدا کیا:۔

آیت (۳) میں لفظ "الناس" جملہ بنی آدم حتیٰ کہ خود آدم و عیسیٰ (علیہما السلام) پر مشتمل ہے۔ مگر اہل عرب نے "یاایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی" سے مفہوم آدم و عیسیٰ کی تخلیق نہیں لیا۔ بلکہ اس کیلئے اُن کے سامنے آیت "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم" تھی۔ جو خبر خاص ایک خاص معنی پر ہی مشتمل تھی اور سمجھی بھی گئی +

قسم اول یعنی خبر عام معنی خاص

قسم دوم خبر عام بمعنی خاص

دوسری مثال خبر عام کی ہو جو اپنی عمومیت کے باوجود بھی ایک خاص معنی کی متضمن ہے فرمایا:۔

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اعراف) میری رحمت نے تمام اشیاء کو گھیر لیا ہے +

اگر اہل عرب اس آیت ہی پر مکتفی رہتے۔ تو لازم تھا۔ کہ وہ رحمت الٰہی کی وسعت ابلیس تک کیلئے محیط سمجھ لیتے۔ مگر نہیں! یہ آیت اپنے معنوں میں ایک خصوصیت رکھتی ہو اور ایک دوسری آیت شیطان کی محرومی کی مظہر یعنی

لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِيْنَ (اعراف) میں تجھے (شیطان سے) اور تیرے پیروی کرنے والوں سے جہنم کو بھر دونگا +

اس آیت سے سمجھ لیا گیا ہے کہ پہلی آیت عام ہے مگر معنی خاص پر مشتمل +

قسم سوم خبر خاص بمعنی عام

قسم سوم خبر خاص کی ہو جو عام معنوں پر مشتمل ہو فرمایا۔

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى (نجم) اللہ تعالیٰ رب ہے ستارہ شعریٰ کا +

اور یہ ظاہر ہے کہ ذات باری تعالیٰ ستاروں میں سے صرف ایک شعریٰ ہی کا رب نہیں بلکہ سب کا پروردگار ہے۔ مگر "انہ ھو رب الشعریٰ" آیت خاص ہے جس کے معنی عام لئے جاتے ہیں +

قسم چہارم خبر عام بمعنی عام

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (الآیۃ) بیشک اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے -

جو خبر عام یعنی عام ہے +

خبر خاص بمعنی عام کی دوسری مثال

اب سنئے کہ کیونکر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کیلئے ایک آیت خبر خاص معنی خاص[ا] کی صورت میں نازل فرمائی +

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ (فرقان) بھروسہ رکھ ذات ہمیشہ زندہ رہنے والی کبھی نہ مرنے والی پر +

خبر عام بمعنی خاص کی دوسری مثال

پھر ایک ایسی آیت نازل فرمائی جس کا مخرج عام تھا۔ مگر معنی خاص پر مشتمل فرمایا

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (الآیۃ) ہر ایک نفس کے لئے موت کا ذائقہ چکھنا لابدی ہے +

پس عرب نے سمجھ لیا۔ کہ یہ آیت "کل نفس ذائقۃ الموت" نفس ذات باری پر مشتمل نہیں قرار پا سکتی۔ کیونکہ اس کا مفہوم خاص ہے۔ اور کہ اس عزاسمہ نے پہلے ہی سے اپنے نفس

[ا] مصنف علیہ الرحمۃ نے اسکی مثال نہیں لکھی اسکو مترجم کی طرف سے مستزاد سمجھا جائے۔ مترجم

کو بمطابق آیت "الحی الذی لایموت" اس سے مستثنیٰ قرار دے لیا ہے۔

بعینہ اس طرح خبر خاص کی ایک اور مثال بھی ہے۔ فرمایا۔

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (النحل) ہمارا قول کسی شے کے پیدا کرنے کیلئے صرف کُن (ہوجا) ہوتا ہے جس سے وہ پیدا ہوجاتی ہے۔

آیت مذکورہ میں "اردناہ" کی بجائے "اردنھما" تثنیہ نہیں فرمایا جس سے "قول" اور "شے" (انما قولنا لشیٔ) دونوں میں بسبب قدیم اور حدیث ہونے کے جو تباین ہے باقی رہنے کا شبہ ہے اسی طرح جب "خالق کل شیٔ" فرمایا تو اہل عرب نے سمجھ لیا کہ اس حکم میں قول محسوب نہیں (لفظ قول "شی" نہیں بلکہ اس کا غیر ہے) کیونکہ اس کی تمیز لفظ "اذا اردناہ" میں کی جاچکی تھی۔

بشر کا جعلناہ قرآناً عربیاً "یعنی "خلقناہ قرآناً عربیا" قایم ہوجانا

مامون الرشید چونکہ خود عربی النسل تھا اس لئے اس طرز کلام سے اس پر عجیب محویت سی طاری ہوگئی۔ بے اختیارانہ "احسنت"! "احسنت" کے نعرے بلند کرنے لگا۔ مگر دلائل وبراہین کے اس اختتام سے ادھر بشر کے خرمن امید ایک اور بجلی کوند گئی۔ اور حسب عادت میری مذمت کرنے کے بعد کہا۔ بشر: تم اس طرح مجھ پر ابطال قرآن کا الزام تھوپنا چاہتے ہو۔ حالانکہ میرے کے ثبوت میں ابھی لاتعداد آیات اور باقی ہیں جن کو میں نے اس لیے پیش نہیں کیا کہ تم فتحیابی کی اس موہوم جھلک ذرا خوش تو ہولو اور اختتام مجلس کے قریب میں ان کو بروئے کار لاکر تمہارے لئے قتل کا فتویٰ حاصل کرسکوں۔

میں۔ پھر ان کو کس وقت کیلئے دھر رکھا ہے۔ لاؤ! اور میں امیر المومنین کو اس پر گواہ رکھتا ہوں۔ کہ اگر تم اس دعوے میں کامیاب ہوگئے۔ تو میں بسر وچشم تمہاری پیروی کرونگا اور اپنے مافی الضمیر سے دستکش ہونے کو اپنی سعادت سے تعبیر۔

بشر: بہت خوب۔ اچھا یہ تو فرمائیے۔ کہ آیت "انا جعلناہ قرآناً عربیاً" (ہم نے اتارا اس کو زبان عرب میں) سے تمہاری مراد یہی ہے نہ کہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا؟

میں۔ بالکل یہی۔ اور اس سے انکار بھی کونسا مسلمان کرسکتا ہے مگر اس سے آپکا مدعا؟

بشر: یہ کہ جس طرح کوئی مسلمان قرآن کے عربی زبان نازل ہونے سے انکار نہیں کرسکتا

اس طرح آیت کے لفظ "جعلناہ" بمعنی "خلقناہ" (پیدا کیا ہم نے اس کو) سے بھی سرمو تجاوز نہیں کرسکتا۔

میں۔ صاحب صدر سے۔ آپ شاہد ہیں نہ کہ بشر کی اس تاویل سے نص التنزیل جس پر اس مناظرہ قایم ہوئی تھی۔ گری پڑتی ہے؟

بشر۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ میں نے نص التنزیل سے اصلاً انحراف نہیں کیا۔

میں (مامون الرشید سے مخاطب ہوکر) امیر المومنین! قرآن کریم آپ اور آپکی قوم کی زبان میں نازل ہوا۔ آپ بسبب عربی نژاد اور صاحب ذوق ہونے کے اپنی قوم کی لغت تمام حاضرین سے بہتر سمجھ سکتے ہیں اس کے مطالب و معانی پر آپ سے بڑھکر کسی اور کو دسترس نصیب نہیں۔ بایں ہمہ مجھے افسوس ہے۔ کہ اس پر بھی آپ اس عجمی النسل (بشر) کی حیرہ دستیاں دیکھتے ہی چلے جارہے ہیں جس نے اپنی شقاوت اور کم فہمی کے باعث افہام و تفہیم کلام باری سے متعلق "یحرفون الکلم عن مواضعہ" کی تجدید پھر سے کردی ہے۔ اور کن ڈھٹائیوں کے ساتھ وہ مخلوق کو ضلالت و گمرہی کے گڑھوں میں دھکیلتا چلا جارہا ہے۔ اس پر بھی اگر کوئی صاحب ایمان بشر کے ان مزخرفات کی تسلیم سے انکار کر بیٹھتا ہے! تو وہ اپنی وسعت اختیارات اور کثرت حیل سے کام لیکر مرتدین میں اجل سے دوچار کرادیتا ہے۔ واحسرتا! کہ امیر المومنین افقہ العرب ہوکر بھی اس کا یہ الحاد و تغییر بالرأی کے اپنی ان آنکھوں سے دیکھتے ہی جارہے ہیں۔

بشر کا نعرۂ فتح یابی

بشر نے میرے اس استعجاب کو جو مامون کے سامنے بصورت شکوہ و تنبیہ تھا۔ میری جانب سے استعانت پر محمول کیا اور اپنی کم فہمی سے یہ نتیجہ نکالا کہ اب میں صرف اس شکایت و استمدادہی سے نصرۃ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ بشر اس وقت ایک گونہ انبساط کے ساتھ اپنی نصرۃ پر متیقن ہوتا ہوا باواز بلند چلانے لگا۔

جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ

حق آگیا اور باطل اُڑ گیا کیوں نہ ہو آخر

كَانَ زَهُوْقًا (الآیۃ)

باطل اُڑ ہی جاتا ہے

کبھی وہ جوش مسرت سے یہ آیت پڑھتا +

فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ

پھر جب اُنکے پاس آگیا وہ کچھ جسکو کہ وہ صحیح طور پر شناخت کرتے تھے تو

فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (البقرۃ)

انکار کر دیا اُنہوں نے پس لعنت ہو اوپر کافروں کے

بشر کا یہ شور و شغب اس بنا پر مبنی تھا کہ اُس نے "جعلناہ" کو "بمعنی خلقناہ" بتا کر بزعم خود قرآن کو حادث ثابت کر لیا تھا + یہی نہیں بلکہ اپنی سوء فہمی سے وہ یہ بھی سمجھ چکا تھا کہ میں اُس کے اس "جعلناہ" کے جواب سے قاصر ہوں۔ اور قاصر ہی رہوں گا۔ وہ اس امر کو سامنے رکھکر میرے اوائل مناظرہ سے جملہ کامیابیوں پر یوں لب کشائی کرنے لگا +

حَتَّى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً (الانعام آیت ۴۴)

ہماری عطا سے جب وہ خوش ہونے لگا تو ہم نے اچانک اُن کی گرفت کر لی۔

ادھر میں بجائے خود اس کی ان بے معنی ہنگامہ آرائیوں کو دیکھ کر مہر بلب تھا۔ کہ اتنے میں مامون مجھ سے مخاطب ہو کر بولا +

مامون۔ عبد العزیز! آپ خاموش ہو گئے ہیں! کیا اس کا جواب نہیں دے سکتے؟

میں۔ خوب! جناب والا! میرا مناظرہ جس غیر معقول طریق پر چلا رہا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے اگر میں کچھ کہوں بھی تو لا حاصل ہے جبتک وہ مجھے بولنے کا موقعہ نہ دے گا میری آواز سنی بھی کیسے جا سکتی ہے +

میری اس استدعا پر مامون نے ایک تحکمانہ انداز کے ساتھ مجلس کو سکون کا حکم دیا۔ چنانچہ پھر سکون قائم ہوا +

بشر کے نزدیک "جعل" "معنی خلق" جملہ عرب کے نزدیک مسلم ہو

میں۔ صاحب صدر! میرا مخاصم ابتدائے مناظرہ ہی سے جس روش پر چلا آ رہا ہے۔ آپ اس کے شاہد ہیں۔ بشر اپنے مطلب کے لئے رکیک تاویلات بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ وہ تو غنیمت ہے کہ امیر المومنین جیسا صاحب فضل اور نصفت شعار حاکم ہمارا حکم ہے۔ ورنہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ بشر کی جباریاں کیا رنگ لاتیں۔ مگر اتنی عرض داشت ناگزیر ہے۔ کہ اگرچہ

امیرالمومنین شروع سے ونیقین کے دلائل و ماجرا بینہما پر پوری نگہداشت کرتے چلے آرہے ہیں۔ مگر میں بغرض احتیاط مزید مستدعی ہوں۔ کہ آپ اس احتساب پر اور بھی مواظبت فرمائیں۔

مامون۔ میں اوائل مناظرہ ہی سے جانبین کے دلائل ضبط کرتا چلا آرہا ہوں حتیٰ کہ اگر آپ میں سے کوئی صاحب اپنے یا اپنے مخالف کے دلائل دریافت کرنا چاہے تو ابھی سب کا اعادہ کیا جاسکتا ہے +

میں۔ مامون کا مزید شکریہ ادا کرنے کے بعد بشر کی جانب راغب ہوا۔ اور کہا آپ نے آیت انا جعلنہ قرآنا عربیاً کے لفظ "جعل" کو بمعنی "خلق" جو ذکر کیا ہے۔ تو کیا یہ مادہ "جعل" صرف بمعنی "خلق" ہی آتا ہے؟ +

بشر۔ بیشک اور صرف یہی کیا۔ بلکہ میری تحقیق کے مطابق "جعل" اور "خلق" دونوں مشترک المعنی بھی ہیں۔ اور صرف ایک میری ہی تحقیق کے مطابق کیا بلکہ مخلوق جملہ عرب اور تمام عجم کے نزدیک اُس کے یہ معنی مسلمہ ہیں +

میں۔ جناب آپ اس تحقیق کو اپنی ہی ذات تک محدود رکھئے! "جملہ عرب" اور "تمام عجم" کو اس میں نہ لپیٹئے! لیکن اگر آپ اپنی اس دعاوی پر مصر ہی ہیں۔ تو میں جو کہ

(۱) ایک حیثیت سے تمام مخلوق میں کا ایک فرد ہوں +

(۲) تو دوسری حیثیت سے "جملہ عرب" میں کا ایک انسان +

لیجئے میں ہی کہتا ہوں۔ کہ آپ کی یہ تحقیق (کہ "جعل" و "خلق" بمعنی واحد) باکل غلط ہے۔ اور ایک میں ہی نہیں بلکہ تمام اہل عرب آپ کی اس تحقیق میں آپکے مخالف ہیں +

بشر۔ آپ کا یہ دعویٰ صرف زبانی ہے ورنہ فی الاصل تمام عرب میرے ساتھ متفق الرائے ہے بجز تمہارے +

میں۔ اچھا تو اتنا اور فرما دیجئے۔ کہ وہ تمام عرب اور جملہ عجم جو آپکے ساتھ متفق الرائے ہیں۔ تو ایک اسی آیت کے "جعلناہ" بمعنی "خلقناہ" ہیں۔ یا تمام قرآن میں جہاں کہیں بھی مادہ "جعل" آیا ہے۔ وہ ہر ایک مقام پر "جعل" بمعنی "خلق" ہی تسلیم کرتے ہیں؟

بشر۔ بلکہ جہاں کہیں بھی قرآن میں یہ لفظ آیا ہے "خلق" ہی کے معنوں میں آیا اور تسلیم کیا گیا ہے۔ اور صرف ایک قرآن ہی میں کیا۔ بلکہ احادیث نبوی اور اشعار عرب تک میں اس کے یہی معنی لئے گئے ہیں +

میں۔ دیکھو! تأمل سوچ لو۔ مبادا کہیں کسی ایک مقام پر آپ کو پھر انکار کرنا پڑے۔ امیر المومنین تمہاری اس توسیع کو دیکھ رہے ہیں ÷

بشر۔ بیشک امیرالمومنین گواہ رہیں اور تم خود جب کہو گے۔ میں اپنے اس دعوے کا اعادہ کردوں گا ÷

لفظ "جعل" بمعنی "خلق" پر مبسوط نقض

میں (بشر سے) آپ اس امر کے مدعی ہیں نہ کہ "جعلناہ قرآناً عربیاً" بمعنی "خلقناہ قرآناً عربیاً" آتا ہے؟

بشر۔ جی ہاں! میں نے کہا ہے۔ اب بھی کہتا ہوں اور قیامت تک بھی کہتا چلا جاؤں گا۔

میں۔ بہت خوب! یہ تو فرمایئے؟ کہ قرآن کی تخلیق پر ذات باری تعالےٰ نے کسی اور کو بھی اپنا معاون کیا تھا یا بنفسہ اس پہ قادر ہو سکا؟

بشر۔ بلکہ بلا شرکت غیرے ÷

میں۔ خوب۔ ذرا یہ بھی فرما دیجئے کہ اولاد آدم میں سے اگر کوئی یہ کہدے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور نے قرآن کریم کو "خلق" کیا۔ تو یہ کہنے والا مومن رہے گا یا کافر؟

بشر۔ بلکہ کافر اور واجب القتل کافر ÷

میں۔ واقعی وہ واجب القتل کافر ہی قرار پائیگا۔ ذرا اتنا اور بتا دیجئے کہ اگر کوئی شخص تورات کے متعلق یہ کہہ دے۔ کہ اس کو یہود نے "خلق" کیا تو وہ مومن رہے گا یا کافر؟

بشر۔ بلکہ کافر اور واجب القتل کافر!

میں۔ بجا۔ ایسا شخص لاجرم کافر اور مستوجب دار ہے۔ یہ بھی فرما دیجئے۔ کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بنی آدم نے اللہ تعالیٰ کو پیدا کیا۔ اور اس کی خبر خود اپنی کتاب قرآن میں ذات باری نے دی۔ تو یہ کہنے والا مومن رہے گا یا کافر؟

بشر۔ بلکہ کافر اور واجب القتل کافر!

میں۔ تو کیا اللہ تعالیٰ ہی نے تمام خلقت کو پیدا فرمایا؟

بشر۔ کیوں نہیں۔

میں کسی اور نے بھی اس "خلق" میں اس کی اعانت کی؟

لہ ان مقامات پر لفظ "خلق" کا استعمال ہم نے بدیں وجہ کیا کہ اس کی بجائے "پیدا" لکھنے میں بیان وہ کیف نصیب ہو سکتا تھا (مترجم)

بشر: ہرگز نہیں۔

میں: بجا۔ یہ اور فرما دیجئے۔ کہ اگر کوئی شخص یہ کہہ اٹھے کہ تخلیق عالم میں بنی آدم اللہ تعالےٰ کے مددگار تھے۔ تو یہ کہنے والا کافر رہے گا یا مومن؟

بشر: بلکہ کافر اور واجب القتل کافر۔

میں: آپنے درست فرمایا۔ میرا بھی ان تمام امور میں یہی مشرب ہے۔

سلسلہ کلام یہاں تک پہنچا تھا۔ کہ میں نے ذرا سا سکوت کیا جس کو بشر مطلق خاموشی پر محمول کرتے ہوئے مجھ پر یوں جھپٹا۔

بشر: مجھے تو آپ کی اس طولانی تمہیدوں سے کسی معقول بات کی توقع تھی۔ مگر ثابت ہوگیا کہ آپ صرف رنگینی سخن ہی کو فتح و نصرۃ تصور کرتے ہیں۔ افسوس آپنے ان مزخرفات سے میرا اور جملہ حضار مجلس کا گرانبہا وقت ناحق ضایع کیا!

میں: ہاں صاحب! آپ جو کچھ بھی "محمول" فرمالیں تھوڑا ہے۔ اچھا اب ذرا میری طرف توجہ کیجئے اور "جعل" و "خلق" پر میری تنقید غور سے سماعت فرمایئے۔

میں: ہاں صاحب! تو آپکے "جعل" و "خلق" کے اس ترادف بالمعنی کے مطابق آیت۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ	اور پورا کرو عہد اللہ کا جب عہد کرو تم اور نہ توڑو
وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا	قسموں کو اُن کے مضبوط کرنے کے بعد حالانکہ کیا
وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا (النحل)	ہے تم نے اللہ کو اوپر اپنے وکیل۔

میں لفظ جعلتم اللہ علیکم وکیلا (کیا ہے تم نے اللہ کو اوپر اپنے وکیل) کو بمعنی خلقتم اللہ علیکم وکیلا (پیدا کیا ہے تم نے اللہ کو اپنے اوپر وکیل) تسلیم کر لینا چاہئے نہ؟ پھر تم نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ اولاد آدم میں سے اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ انسان نے اللہ تعالیٰ کو پیدا کیا۔ تو ایسا شخص کافر ہے۔ اور واجب القتل کافر۔ حالانکہ تم خود ہی اسکا ارتکاب بھی کر رہے ہو!

میں: ہاں جناب! آپکے "جعل" و "خلق" کے اس ترادف بالمعنی کے مطابق آیت۔

لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ (البقرہ)	مت بناؤ اللہ کو اپنی قسموں کیلئے ڈھال۔

میں لفظ "ولا تجعلوا اللہ" کو بمعنی "ولا تخلقوا اللہ" تسلیم کر لینا چاہئے نہ؟ پھر تم یہ بھی کہتے ہو۔ کہ اگر کوئی شخص یہ کہے تو وہ کافر ہے۔ اور واجب القتل؟ اور خود ہی

خلق بمعنی جعل۔ قرآن میں اس کی مثال ولا تجعلوا اللہ بمعنی ولا تخلقوا اللہ۔ * خلق بمعنی جعل (قرآن میں) اس کی مثال (جعلتم اللہ علیکم وکیلا) بمعنی خلقتم اللہ علیکم وکیلا (؟)

اس کا ارتکاب بھی کر رہے ہو!

مامون کا بشر کے مذکورہ دعوٰی پر اظہار تاسف،

میں۔ تو کیوں جناب! آپ کے لفظ "جعل" و "خلق" کے اس ترادف بالمعنی کے مطابق آیت
وَیَجۡعَلُوۡنَ لِلّٰہِ الۡبَنٰتِ سُبۡحٰنَہٗ (نحل) اور مقرر کرتے ہیں واسطے اللہ کے بیٹیاں حالانکہ وہ پاک ہے
میں لفظ "یجعلون للہ البنٰت" بمعنی "یخلقون للہ البنٰت" تسلیم کر لیا جائے نہ؟ پھر یہ بھی تم خود ہی کہتے ہو۔ کہ جو شخص ایسا کہے وہ کافر ہے۔ وہ واجب القتل کافر اور خود ہی اس کا ارتکاب بھی کر رہے ہو۔

جب میں یہاں تک پہنچا۔ تو مامون نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "ہا! بشر نے کیسا بدترین دعوٰی کیا جس سے اُس نے اپنے اس کذب ("جعلناہ" بمعنی "خلقناہ") کی تکذیب خود ہی کی۔

مرحبا عبدالعزیز! تم نے خوب داد تنقید ادا کی!"

مگر میں نے مامون سے اپنے مزید دلائل کے اعادہ کی اجازت طلب کی جس پر ممدوح نے رخصت فرما کر مجھے اور بھی رہین کرم فرما لیا۔

میں۔ کیوں حضرت۔ آپ کے لفظ "جعل" و "خلق" کے اس ترادف بالمعنی کے مطابق آیت۔
وَجَعَلُوۡا لِلّٰہِ اَنۡدَادًا لِّیُضِلُّوۡا اور مقرر کئے اُنہوں نے واسطے اس کے شریک۔ جو اُن کو
عَنۡ سَبِیۡلِہٖ (ابراھیم) اللہ کے راستہ سے گمراہ کرتے ہیں۔

میں لفظ "جعلوا للہ اندادا" کو بمعنی "خلقوا للہ اندادا" تسلیم کیا جائے نہ؟ پھر کوئی شخص اگر ایسا کہے تو آپ خود ہی اس کو کافر اور واجب القتل کا فتوٰی بھی دیتے ہیں! حالانکہ اس کا ارتکاب بھی خود ہی کر رہے ہیں!

میں۔ صاحب من! تو آپ کے لفظ "جعل" بمعنی "خلق" کے اس ترادف بالمعنی کے مطابق آیت
وَجَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ الۡجِنَّ ( ) اور ٹھہرایا انہوں نے واسطے اللہ کے شریک جنوں میں سے۔
میں لفظ "جعلوا للہ" (ٹھہرایا انہوں نے واسطے اللہ کے) کو بمعنی "خلقوا للہ" (پیدا کیا انہوں نے اللہ کو) مان لینا چاہئے نہ؟ پھر تم خود ہی یہ بھی کہتے ہو۔ کہ جو کوئی ایسا کہے وہ کافر اور واجب القتل کافر ہے! اور خود ہی اس کا ارتکاب بھی کر رہے ہو!

اسی طرح آپ کے لفظ "جعل" و "خلق" میں اس ترادف المعنی کے مطابق آیت۔
وَجَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ قُلۡ سَمُّوۡھُمۡ (انعام) اور ٹھہرائے انہوں نے واسطے اللہ کے شریک کہو نام لیں ان کا

پہلی مثال وجعلون للہ البنٰت یعنی ویخلقون للہ البنٰت؟ دوسری مثال وجعلوا للہ اندادا یعنی خلقوا للہ اندادا۔

تیسری مثال وجعلوا للہ شرکاء الجن یعنی خلقوا للہ۔

چوتھی مثال

میں "جعلوا للہ" (ٹھہرائے واسطے اللہ کے) کو بمعنی "خلقوا للہ" (پیدا کئے انہوں نے واسطے اللہ کے) تسلیم کرنا پڑے گا۔ پھر اگر کوئی شخص ایسا کہے تو آپ خود ہی اس کو کافر اور واجب القتل کا فتویٰ بھی قرار دیتے ہیں اور خود ہی اس کا ارتکاب بھی کر رہے ہیں! اسی طرح آیت۔

ساتویں مثال

فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا (اعراف) — پھر جب دی ان دونوں کو صحت ٹھہرائے انہوں نے واسطے اللہ کے شریک بسبب اس کے کہ دیا اس نے ان دونوں کو +

میں "جعلا لہ" (ٹھہرائے واسطے اللہ کے) کو بمعنی "خلقا لہ" (پیدا کیا ..) تسلیم کر لیا جائے پھر آپ یہ بھی خود ہی فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص ایسا کہے وہ کافر ہے اور واجب القتل کا فتویٰ اور خود ہی اس کا ارتکاب بھی کر رہے ہو +

آٹھویں مثال

اسی طرح لفظ "جعل" اور "خلق" کے اس ترادف بالمعنی کے مطابق +

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (زخرف) — اور ٹھہرایا انہوں نے فرشتوں کو رحمٰن کی بیٹیاں +

نویں مثال

اور۔ آیت

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ (رعد) — یہ جو انہوں نے اللہ کے شریک ٹھہرا دیئے کیا انہوں نے بھی خدا کی طرح کوئی خلقت پیدا کی ہے؟

میں بجائے "وجعلوا الملٰئکۃ" کو بمعنی "وخلقوا الملٰئکۃ" اور آیت "ام جعلوا للہ" کو بمعنی "ام خلقوا للہ" تسلیم کر لیا جائے؟

دسویں مثال

اور قول اللہ عز و جل

كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ (حجر) — جس طرح ہم نے پہلے لوگوں پر قرآن اتارا جنہوں نے اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹ لیا اسی طرح ہم نے اسکو تجھ پر نازل کیا +

میں بجائے "جعلوا القرآن" کو بمعنی "خلقوا القرآن" تسلیم کر لیا جائے! پھر آپ خود ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسا کہے تو وہ کافر اور واجب القتل کافر ہے اور خود ہی اس کا ارتکاب بھی کر رہے ہو +

اسی طرح آیت

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى — کہو جو کتاب بصورت نور و ہدایت موسیٰ پر اتری اس کو کس نے اتارا جس کو (توراۃ) تم نے ورق ورق کر کے اس کے کچھ

لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا (انعام) حصہ کو ظاہر کیا اور باقی چھپا لیا ٭
میں بجائے "تجعلونہ قراطیس" (کیا تم نے اسکو ورق ورق کے) "تخلقونہ قراطیس" (پیدا کیا تم نے ....) تسلیم کر لیا جائے؟ پھر تم خود ہی یہ بھی کہتے ہو۔ کہ اگر کوئی شخص ایسا کہے تو وہ کافر اور واجب القتل کافر ہے۔ اور واقعی یہ سچ ہے کہ جو شخص ایسا کہے وہ بالاتفاق کافر اور واجب القتل کافر ہے ٭

مامون کا استعجاب مزید

میرے بیان تک پہنچنے پر مامون الرشید دنگ رہ گیا۔ اور کہا۔ کہ واقعی بشر نے اپنے اعتراف کے مطابق اپنے دعویٰ کی تغلیط کا خود ہی کر لی۔ اور بنفسہ خود کو کافر قرار دیکر خود ہی اپنے لئے فتوے کفر پر مہر ثبت کر دی۔ جو سراسر اُس کی عدم فراست پر دال ہے ٭

میں نے عرض کی۔ کہ اگر امیر المومنین بنفسہ اس مناظرہ پر احتساب اور دلائل پر انضباط کا یقین نہ دلاتے۔ تو میں کسی عنوان سوق کلام کی یوں جرأت نہ کرتا۔ یہ سب امیر المومنین کی تواضعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ ورنہ بشر سے اعتراف کی توقع پہلے تھی نہ اب ہی ہے ٭

قرآن کریم میں لفظ "جعل" بمعنی "خلق" کس طرح پر آتا ہے

اب مجھ سے مامون الرشید مُصر ہوا۔ کہ پھر اس کی توضیح تو فرمایئے۔ کہ اگر قرآن مجید میں کہیں لفظ جعل بمعنی "خلق" آیا بھی ہے۔ تو کس طرح پر؟ تاکہ حاضرین مجلس آپ کے ان افادات سے مستفید ہو سکیں ٭

میں۔ (السمع والطاعة) مگر اتنی اجازت اور رخصت فرما دیجئے۔ کہ لفظ "جعل" جو قرآن میں بصیغہ مختلفہ آتا ہے۔ اُس کے امثال ابھی اور پیش کر سکوں۔ تاکہ عرض مطلب میں مزید سہولت حاصل ہو سکے۔

مامون۔ بہتر۔ مگر بالاختصار۔ کیونکہ میں بنفسہ آپ کے ان غوامض علمیہ کو اپنے حافظہ میں محفوظ کرتا چلا آ رہا ہوں اور ظاہر ہے کہ زیادہ طوالت انضباط میں ضرور حارج ہوگی ٭

میں۔ بہت مناسب۔ سنیئے!

فرمایا۔

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّخْذُوْلًا (بنی اسرائیل) — اور مت مقرر کر تو ساتھ اللہ کے اللہ دوسرا پس بیٹھے گا تو حیران پشیمان ٭

جعل بمعنی خلق کی تیسری مثال [illegible]

اسی طرح ایک دوسرے موقعہ پر اپنے نبی کو یوں تنبیہ فرمایا:۔

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ‏ اور مت مقرر کر تو ساتھ اللہ کے اللہ دوسرا اگر ویسا کیا تو جہنم میں
فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ (بنی اسرائیل) ‏ ڈال دیا جائے گا تجھکو:۔

جن کا مطلب باصطلاح بشر یہ ہوا کہ:۔

" لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ " یعنی " لَا تَخْلُقْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ " نہ ٹھہر ساتھ اللہ الخ......

یعنی۔۔۔ نہ پیدا کر ساتھ اللہ کے اللہ دوسرا:۔

آہ! کیسا صریح بہتان ہے جس کو یہ غدار بشر جوڑ رہا ہے۔ اسی طرح اپنے نبی کو فرمایا کہ

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ (بنی اسرائیل) ‏ مت کر تو ہاتھ اپنے کو لوٹنے والا اپنی گردن کیطرف

جس کا مطلب باصطلاح بشر یہ ہوا۔ کہ

" لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً " ‏ یعنی ‏ " وَلَا تَخْلُقْ يَدَكَ " الخ۔

مت کر ہاتھ اپنے کو الخ ‏ اور نہ پیدا کر ہاتھ اپنا

مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیدائش سے بعثت تک ایک ہی ہاتھ کے انسان تھے (پھر حضرت نے چاہا۔ کہ اب تو میں رسول ہو چکا ہوں۔ اچھا ہے دوسرا ہاتھ بھی پیدا کر لوں مترجم) اس پر اللہ تعالٰے نے انکو روکا کہ بس ایک ہی ہاتھ کے انسان رہے آو۔ حالانکہ اس آیت سے پہلے ہی اللہ تعالٰی نے آپ کو خلقی حیثیت سے بھی بشریت تامہ کا خلعت عطا فرمایا تھا۔ اُف بشر کا یہ قول کیسا قبیح ہے (نعوذ باللہ)

ذات باری نے ماجرائے موسیٰ و فرعون کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ (الشعراء) ‏ میں ضرور تجھکو قید میں ڈال دونگا:۔

جعل بمعنی خلق کی چوتھی مثال اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تابوت

باصطلاح بشر جس کے یہ معنی ہوئے۔ کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہتا ہے " لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ " میں ضرور تجھ کو قید میں پیدا کرونگا اس طرح قصہ موسیٰ علیہ السلام میں جو واقعہ آپ کے تابوت کو دریا میں ڈالنے سے متعلق ہے اس میں آپکی ماں کیلئے قبل از وقت فرمایا:۔

اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَ ‏ میں موسیٰ کو پھر تیری طرف لوٹاؤں گا اور اس کو مرسل
جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (قصص) ‏ کروں گا:۔

باصطلاح بشر جس کا یہ مطلب ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اُم موسیٰ سے یہ اقرار کیا تھا

اُم موسیٰ کو صندوق میں بند کرکے دریا میں ڈال دو ہم اس کو واپس بھی کرینگے ۔ اور پھر اس کو رسول پیدا کرکے رہینگے ۔ حالانکہ ذات باری نے اُم موسیٰ سے یہ خطاب موسیٰ کی خلقت و ولادت اور رضاعت سب کے بعد میں کیا تھا ۔ مگر بشر کے استدلال سے لازم آتا ہے ۔ کہ نہیں بلکہ وہ پہلے تو اسکو بجنسہ دریا سے نکالکر واپس کرے گا پھر اُسکے بعد پیدا ۔ فیاللعجب ۔

اسی طرح آیت

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ (ص) اے داؤد ہم نے تجھے زمین کا خلیفہ بنایا ۔

میں باصطلاح بشر تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو پیدا کرنے کے ساتھ ہی مسند خلافت عطا فرما دی (یعنی اناجعلنٰك بمعنیٰ انا خلقنٰك تسلیم کرتے ہوئے) حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ اعطائے خلافت اُنکو جہاد فی سبیل اللہ اور خدا کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے خصوصاً قتل جالوت کے بعد عطا ہوئی ۔

اسی طرح واقعہ ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام میں جبکہ ان دونوں نے بزبان واحد دعا کی کہ

وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ (البقرہ) یا اللہ ہم دونوں کو اپنے لئے مسلمان بنا لے ۔

تو اس میں بھی باصطلاح بشر تسلیم کرنا پڑے گا ۔ کہ وہ دونوں مسلمان بننے کیلئے نہیں بلکہ پیدا کئے جانے کی دعائیں مانگ رہے تھے ۔ حالانکہ یہ دعا انہوں نے پیدائش سے یقیناً بعد مانگی تھی ۔

اسی طرح آیت

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِیْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِیْلَةٍ وَّلَا حَامٍ (مائدہ) نہیں حرام کیا اللہ نے کان پھٹے اور سانڈھ نہ وصیلہ اور نہ حام کو ۔

میں باصطلاح بشر تسلیم کرنا پڑیگا کہ "ماجعل اللہ من بحیرۃ الخ" کو "ما خلق اللہ من بحیرۃ الخ" میں بدلکر مفہوم الکلام یہ مرتب ہوا کہ بحیرہ اور سائبہ و وصیلہ اور حام کو اللہ نے پیدا کیا ہی نہیں ("ما خلق اللہ من بحیرۃ الخ") کیونکہ وہ اُس کی نذر کے علاوہ اُس کے شرکاء کی بھینٹ کئے جاتے ہیں بلکہ اُن کو کفار نے پیدا کیا کیا اُلٹا استدلال ہے !

اور بعینہ اسی طرح

ا۔ وصیلہ وہ اونٹنی جس کے پہلوٹھی کے اوپر تلے کے دو نچے مادہ ہوں ۲۔ حام ، شتر نر جس کی نسل کے کئی بچے پیدا ہو چکے ۔ پھر آخر عمر میں انکو خدمت سے معاف کر دیا جائے (مترجم بحوالہ ترجمہ ڈاکٹر نذیر احمد خاں مرحوم ص ۹۸)"

وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ (قصص) اور کیا ہم نے اُن کو امام اور کیا ہم نے اُن کو وارثا

اور

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ (نور) اور نہ کرو تم بلانے رسول کے کو مانند بلانے اپنے کے ایک دوسرے کے ساتھ

میں بھی باصطلاح بشر ایسا ہی تسلیم کرنا پڑے گا۔ جو لغت عرب اور مفہوم قرآن کے سراسر منافی ہے*

قرآن کریم میں مادہ جعل بمعنی "خلق" و "صیّر" دونوں طرح آتا ہے

بیسمجے کی ان فراوانیوں پر ماموں کی مسرتوں کی کوئی حد نہ رہی اور کہا بہت خوب تم نے بہترین نہج پر اپنا دعویٰ ثابت کر دیا اور بشر کا دام تار تار ہے میں چاہتا ہوں اب عنان توجہ اس طرف مبذول ہو۔ کہ قرآن کریم میں مادہ "جعل" سے جس قدر صیغوں کا استعمال فرمایا گیا ہے تو وہ کہیں بمعنی خلق بھی آتا ہے؟ یا صرف صیّر (کیا یا ہوا) ہی کے معنوں میں، اور اگر دونوں طرح آتا ہے تو اس کی تمیز کیونکر کی جاسکتی ہے*

میں نے (صاحب صدر) حال یہ ہے۔ کہ مادہ "جعل" سے قرآن کریم میں جس قدر صیغے بھی آتے ہیں وہ تمام عرب کے نزدیک دو معنوں پر مشتمل ہیں*

(۱) جعل بمعنی خلق (۲) جعل بمعنی صیّر

اگر ہم جعل بمعنی خلق ہی سمجھ بیٹھیں۔ تو یہ کتنی بوالعجبی ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آئیگا کہ بلطف تو ذات تبارک وتعالیٰ جو بنفسہٖ عام مخلوق کا خالق ہے۔ وہی دوسری طرف اپنی اس پیدا کردہ مخلوق سے یوں استمداد کرتا ہو۔ کہ تم بھی کچھ نہ کچھ پیدا کرتے رہا کرو۔ نہ کہ وہ اس پر مکتفی رہا۔ کہ پیدا ہو جاؤ۔ جیسا کہ اس کے شایان شان ہے۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہے۔ کہ ایک ایسا مادہ کہ جسکو بشر جیسے ملاحدہ اڑتے لا کر مخلوق الٰہی کو یوں تباہ کرسکتے تھے۔ جیسا کہ بشر کر رہا ہو۔ کیلئے ایک بہترین طریق تمیز بھی بنا دیا تھا کہ اس کے کلام میں جہاں کہیں یہ لفظ آئے تو "الراسخون فی العلم" اس سے

اس صیغے کے معنی جو ہم نے لفظ (کیا، یا ہوا) سے کئے ہیں، انکو بجنسہٖ صحیح ترجمہ پہ محمول نہ کر لیا جائے۔ بلکہ یہ اضطراری ہیں۔ جو ہماری زبان کی کم مائیگی کی وجہ سے سمجھنے چاہیں۔ ورنہ دراصل اس صیغے کے معنی عربی میں یوں آتے ہیں انتقل ودرج نحو صار زید غنیاً ای تحول من حالۃ الفقر الی حالۃ الغنی انتہی المنجد

اب آپ ہی فرمایئے کہ کہیں صیّر کے لئے (کیا یا ہوا) کے سوا کہیں مفر ہے؟ مترجم

صحیح نتائج اخذ کر سکیں۔ اس مختصر تمہید کے بعد اب میں اس تمیز کو پیش کرتا ہوں +

مادہ "جعل" بصورت "مفصل" و "موصل"

بات یہ ہے۔ کہ مادہ جعل اور اس کے دوسرے صیغے جہاں کہیں بھی اس کے کلام میں آئے ہیں۔ وہ دو حیثیتوں سے مذکور ہوتے ہیں +

(۱) مفصل

(۲) موصل

مفصل کی تعریف

اور اس کی مثالیں قرآن کریم سے

القول المفصل یستغنی السامع اذا اخبر عن ان توصل له الکلمة بغیرها من الکلام اذا کانت تامة بذاتها علی مقامها۔

قول مفصل وہ ہے کہ اگر اس کلمہ کے بغیر اس عبارت یا جملہ میں کوئی دوسرا کلمہ اس کے قائم مقام رکھ دیا جائے تو بھی وہ جملہ اپنے معنی بتا سکے +

جیسا کہ آیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (انعام)

تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ اور پیدا کیا تاریکی اور نور کو +

تو ایک عرب کے لئے مساوی ہے کہ بجائے "جعل الظلمات" کے "خلق الظلمات" کہدیا جائے کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ اس جگہ "جعل" کے معنی "خلق" کے ہیں۔ اس لئے کہ یہاں یہ قول مفصل ہے

دوسری مثال

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِیْنَ وَحَفَدَةً (النحل)

اور پیدا کئے واسطے تمہارے تم ہی میں سے بیٹے اور پوتے +

ایک عرب جانتا ہے۔ کہ "جعل لکم" بمعنی "خلق لکم" ہے کیونکہ قول مفصل ہے۔

تیسری مثال

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ (السجدۃ) پیدا کئے واسطے تمہارے کان۔ آنکھ اور دل۔

جس سے ایک عرب سمجھتا ہے کہ "جعل لکم" بمعنی "خلق لکم" ہے کیونکہ قول مفصل ہے۔

موصل کی تعریف

اور اس کی مثالیں قرآن کریم سے

القول الموصل الذی لا یبدی المخاطبہ حتی یصل الکلمۃ بکلمۃ بعدھا فیعلم با ازدیادھا وان ترکہا مفصولۃ لم یصلہا بغیرھا من الکلام لم یفہم السامع لہا ما یفنی بہا۔

قول موصل وہ ہے۔ کہ جب تک دونوں کلمے باہم ملا کر نہ کہے جائیں سامع اُس کا مطلب نہ سمجھ سکے اور جس صورت میں اُن دونوں میں ایک کی بجائے دوسرا کلمہ کھدیا جائے تو بھی سامع اُسکا صحیح مفہوم سمجھنے پر قادر نہ ہو سکے۔

جیسا کہ آیت

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ (ص) اے داؤد ہم نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا۔ سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر "انا جعلنٰک" اور "خلیفہ" میں یہ وصل نہ ہوتا۔ تو داؤد علیہ السلام ذات الٰہی کے اس خطاب کے معنی سمجھ ہی نہ سکتے تھے۔ اس لیئے کہ بصورت "جعلنا" بمعنی "خلقنا" تصور کرنے کی حیرت اُن کے سد راہ تھی۔ کہ ایں! پیدا تو مجھے پہلے سے کر دیا ہے۔ اب "خلقنٰک" کیسا!! مگر نہیں جب "جعلنٰک" لفظاً "خلیفہ" سے یوں مل کر آیا۔ تو داؤد علیہ السلام نے معاً سمجھ لیا۔ یہاں مطلب یہ ہے۔ کہ ہم نے تجھے خلیفہ کیا یا بنایا۔ دوسری مثال قصہ ام موسٰی۔

اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (قصص) ہم لوٹانیوالے ہیں اُسکو اور کرنیوالے ہیں مرسل اُسکو میں سے۔ کیونکہ یہاں بھی تمام جملہ "جاعلوہ" (کیا ہم نے اس کو) موصل ہے۔ اُدھر ام موسٰی جانتی تھی۔ کہ میرا بیٹا پیدا تو ہو ہی چکا ہے۔ اب یہاں معنی خلق کے نہیں۔ بلکہ کرنے یا ہو جانے کے ہیں۔

اسی طرح تجلی طور کی مثال۔

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا (اعراف) پس جس وقت روشنی ڈالی رب اس کے نے کوہ طور پر کر دیا اُس پہاڑ کو ریزہ ریزہ میں سے۔ اگر "جعلہ" "دکا" کے ساتھ لفظ "دکا" توام نہ آتا۔ تو سامع خود محو حیرت تھا کہ کیا "جعلہ" بمعنی پہاڑ پیدا کیا!! حالانکہ وہ پہلے ہی سے پیدا ہو چکا ہو۔ مگر "جعلہ" کے ساتھ "دکا" کے اس وصل توام سے سمجھ لیا گیا کہ "جعلہ" بھی صیرہ (کیا اس کو) ہے۔

اسی طرح دعائے ابراہیم و اسمٰعیل۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ (البقرہ) اے رب ہمارے کر ہم کو تو مسلمان اپنے لیئے۔ میں اگر یہ "جعلنا" "مسلمین" سے موصل نہ ہوتا۔ تو سامع کیا سمجھتا۔ یہ کہ ابراہیم اور اسمٰعیل دونوں ہی اُس آفرینندہ کون و مکان سے اپنی خلق کیلئے منتیں کر رہے ہیں! حالانکہ اس استدعا سے پہلے ہی وہ عالم وجود میں متشکل ہو چکے تھے۔ بلکہ لفظ "اجعلنا" کے ساتھ "مسلمین" کے اس توارد

تو ام سے سمجھ لیا گیا۔ کہ یہاں "اجعلنا" بمعنی کرنا یا ہونا (صیر) ہے +

اور بعینہ اس دعا کے مطابق یعنی

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا (بقرہ) اے رب ہمارے کر اس شہر کو جائے امن۔

میں اگر یہ دونوں کلمے "اجعل" و "هذا البلد" موصل نہ ہوتے۔ تو اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ وہ دونوں برگزیدہ نبی صاحب آفرینش سے بیت اللہ کے پیدا کرنے کیلئے الحاح کر رہے ہیں۔ حالانکہ بلد الحرام اُن کی دعاؤں سے پہلے ہی اس عرصہ گیتی پر جلوہ بار ہو چکا تھا۔ بلکہ لفظ "اجعل" کے ساتھ "هذا البلد" کا یہ وصل بہم ظاہر کر رہا ہے کہ یہاں "جعل" بمعنی صیر (کردن یا شدن) ہے

اناجعلناہ قرآناً عربیاً پر عود ثانی

میں (سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے) الغرض امیر المومنین اور جملہ حضار مجلس نے سمجھ لیا کہ قرآن کریم کے مطالب کو اگر اہل عرب کے مذاق کے مطابق پرکھا جائے جن پر کہ وہ نازل ہوا۔ تو اس کی تفہیم کس قدر سہل ہو جاتی ہے۔ اور اگر برعکس اس کے اس کو عجمیوں کی شرح وبسط کا دست نگر کر دیا جائے۔ تو وہ کیونکر اس کی بیدردانہ تحریف کرتے چلے جاتے ہیں۔ اب میں مذکورۃ الصدر تعیین و تخصیص کے بعد آیت مابہ النزاع "اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا" (ہم نے کیا اس کو قرآن عربی) کی طرف پھر عود کرتا ہوں +

جناب صدر! اگر اس آیت میں "جعلناہ" کلام موصل ہے جیسا کہ وہ ہی ہے تو پھر جو کچھ میں کہتا ہوں یعنی یہ کہ "جعلناہ" بمعنی "صیرناہ" (کیا ہم نے اسکو) آتا ہے۔ تو اس میں نصرت میسر کر لیتے ہے۔ اور اگر "جعلناہ" قول منفصل ہے۔ تو پھر لاجرم میرے مخاصم کی طرف حجت ہے۔ حالانکہ واقعتاً ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ بشر کا یہ ادعا اس کی جہالت کے اور وہ جہالت جو عجمیت پر مبنی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ وہ بیچارہ زبان عربی سے واقف ہے نہ اس کی اصطلاح ولغت کے تفقہ پر قادر یہی وجہ ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کی تاویل من مانی کرتا چلا جا رہا ہے کہ جس کو خود ہی سمجھنے تک سے قاصر ہے۔ آہ بشر کی ان جرأتوں پر یہ واقعہ کیسا صحیح منطبق ہوتا ہے جس کو میں امیر المومنین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں +

واقعہ عبدالملک بن قریب

میں ایک روز عبدالملک بن قریب اصمعی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور عبدالملک سے دریافت کرنے لگا +

اتدغم الفا فی الیاء — کیا الف ب میں مدغم ہو سکتا ہے؟
عبدالملک سے ضبط نہ ہو سکا۔ بے ساختہ ہنس دیا۔ اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا سن رہے ہو؟ پھر سائل کی طرف متوجہ ہو کر ازراہ تمسخر بولے کہ عربی زبان میں تو "الف" "ب" میں مدغم نہیں ہوتا۔ البتہ ساسانیوں کی زبان میں ایسا ہوتا چلا آرہا ہے ۔

مامون بھی اصمعی کا یہ لطیفہ سنکر بے اختیار ہنس پڑا میں نے کہا بعینہ اسی طرح آج بشر قرآن کریم کیلئے ساسانی زبان کے قواعد سے کام لے رہا ہے نہ کہ عربی کے قاعدوں سے ۔

بشر کی طرف سے مجھ پر تحریف قرآن کا الزام

بشر اگر برائے نام بھی زیور رشد سے مرصع ہوتا۔ تو یہیں آکر بحث سے دستکش ہو جاتا۔ مگر وہ ہر موقعہ اور ہر محل پر "الراسخون فی العلم" کے بالمقابل کسی نہ کسی ایسے ہی اسلحہ سے مسلح ہو کر سامنے آتا۔ جو سرتاپا "فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ لابتغاء الفتنۃ" (جن کے دل ٹیڑھے ہیں وہ آیات متشابہ کے پیچھے لگ جاتے ہیں) کے مطابق ہوتا۔ اس لئے اب اُس نے یوں لب کشائی شروع کی ۔

بشر۔ امیر المومنین! میرا مخاصم کیسا دیدہ دلیر ہے۔ کہ کہنے کو تو مجھ پر تحریف کتاب کا الزام تھوپتا ہے۔ مگر اپنی جگہ ذرا احساس نہیں کرتا ۔

فہم قرآن کیلئے بشر کا لغت عرب سے انکار

غرض جب بشر کیلئے اس ابتلا سے نجات کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ تو اب اُس نے فہم قرآن کیلئے لغت عرب کی حجیت سے بھی انکار کی ٹھہرائی۔ اور برملا کہنے لگا۔ کہ

"کیا یہ بھی کوئی فریضہ شرعیہ ہے۔ کہ فہم قرآن کے لئے لغت عرب حجت سمجھی جائے حالانکہ اللہ عزوجل نے اس امر کا کہیں ذکر نہیں فرمایا۔ کہ ایک عجمی مسلمان خواہ مخواہ اس محنت سے دوچار ہو"۔

میں۔ جی! اللہ تعالیٰ نے عجمیوں کیلئے لغت عرب میں استدراک حاصل کرنے کا ذکر تو نہیں فرمایا۔ مگر یہ ضرور فرمایا ہے۔ کہ تمہیں جس شے کا علم نصیب ہی نہ ہو۔ اس میں دخل مت دو جیسا کہ آپ بغیر علم اور تفقہ کے گاتے چلے آرہے ہیں۔ اور اپنی ہمہ دانی کے اس زعم باطل میں تمام مسلمانوں کو اپنے پیچھے لگا رکھا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی بندہ خدا ان معتقدات سے ذرا بھی بدکتا ہے۔ تو آپ معاً دوسرے طریقوں سے پھانس کر اُس کو جاں بحق کرا دیتے ہیں۔

اس پر تعجب ہے آپ کو اس عام حکم تک سے آگہی نہیں۔ کہ انسان بغیر علم کے اصلاً کسی امر میں لب کشائی نہ کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرائیل) — جس بات کا تم کو علم نہیں اس کو مت کہو۔

اور اسی طرح نوح علیہ السلام کو فرمایا۔

فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ (ھود) — جس شے کا تجھکو علم ہی نہیں اس سے متعلق تجھکو دریافت بھی نہ کیا جائے گا میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہل نہ بن جانا

جس کے جواب میں حضرت نوح کو بجز اعتذار کے کچھ بن نہ پڑا۔ اور عرض کی کہ

رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ (ھود) — جس بات کا علم مجھ کو نہیں اس کے اظہار پر تیری پناہ مانگتا ہوں یا اللہ۔

نیز فرمایا۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ (عمران)

وہ ہی ذات صمدیت ہے جس نے کتاب نازل کی جس میں کی محکم آیات کتاب کی ماں ہیں (یعنی اہم ترین) اور بعض ان میں متشابہات ہیں جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو ان متشابہات کے پیچھے لگ لیتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کریں اور تاویل کرکے لوگوں کو گمراہ کریں حالانکہ انکی تاویل بجز اللہ کے دوسرا نہیں جانتا اور وہ لوگ جو علم میں راسخ ہیں وہ کہتے ہیں ہم تو ایمان لائے جو رب کی طرف سے اتریں اور نہیں نصیحت حاصل کرتے اس کو مگر ارباب عقل ہی۔

جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس بدبخت کے دل میں ذرا بھی کجی ہوتی ہے تو وہ انکی طرح متشابہات کے پیچھے پڑ لیتا ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو گمراہ کرے۔ اور ان میں باہم آتش فساد بھڑکائے۔ اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے اشخاص کو ارباب زیغ کے ایسے برے لقب سے خطاب کرکے انکی مذمت کردی تاکہ اہل رضا وتسلیم ان کے پاس تک نہ پھٹکیں۔

اس زجر کا بشر کیا جواب دیتا جل کر بات کاٹ لی۔ کہ

"طول کلامی سے خوب پیٹ بھر لو جب سیر شکم ہولو گے تو میں جواب دونگا"

میں (سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے) تو صاحب صدر! اسی طرح آج میرا مناظر بشر مریسی بھی

رہِ ہدایت سے بھٹک کر گمراہ ہو چکا ہے جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں +

بشیر۔ تو اس تمام سخن طرازی کے مطالب یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو عبد العزیز کے مخترعہ "موصل" اور "مفصل" کے سمجھنے کیلئے مکلف فرمایا ہے جیسا کہ وہ خود اپنی طرف سے قرآن کریم میں "موصل" و "مفصل" کی تعیین کر کے اس کو نہایت حقیر نام اور بعید حقیر صفت سے متصف کر رہا ہے۔ حالانکہ رب العلمین نے اپنی اس کتاب کا نام "عربیاً" و "کریماً" رکھا۔ اور اس کو کتاب کامل بنایا۔ جیسا کہ فرمایا:۔

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (انعام) نہیں چھوڑی ہم نے کتاب میں کوئی شے +

مگر عبد العزیز اس کو "موصل" و "مفصل" بتاتا ہے۔ حالانکہ تمام عرب جمیع عجم اور مخلوق عامہ غرض ہر ایک کے نزدیک موصل اس کو کہتے ہیں۔ جو ناقص اور غیر کامل ہو اور اپنے ساتھ کسی دوسری شے کے جڑ جانے کی محتاج۔ اسی طرح مفصل بمعنی قطع کردن چیزے تا ہے۔ مگر یہ بھی میرے مناظر ہی کی جسارت ہے کہ وہ بلا تامل قرآن کریم پر ایسے بہتان جوڑتا چلا جا رہا ہے۔ (وقال انما ہٰذا نا عظیما) توبہ ہے! انہیں میرے منہ سے جو بھولے سے بھی یہ کلمات نکل جاتے۔ تو وہ جمیع حضار مجلس سے استغاثہ کرتا کبھی چلاتا۔ اور تمام مجلس کو سر پر اٹھا لیتا کہیں مجھے کافر گردانتا۔ اور امیر المومنین سے میرے خلاف قربان قتل حاصل کرتا مگر وہ تو صاحب صدر حلیم اور بردبار واقع ہوئے ہیں جن کی اس رافت سے وہ یونہی ناجائز فائدہ حاصل کرتا چلا جا رہا ہے +

موصل اور مفصل دونوں ہی قرآن کریم میں لفظاً موجود ہیں

میں۔ مجھ پر قرآن کریم کی تحریف کا الزام بھی تمہاری جہالت کا کرشمہ ہے۔ نہ میں اس کو بقول تمہارے ناقص کہتا ہوں۔ نہ میں امیر المومنین اور حضار مجلس ہی سے استغاثہ کر رہا ہوں۔ بلکہ تم جواب کا یارا نہ پا کر صاحب صدر کو میرے برخلاف اکسانا چاہتے ہو۔ تم اپنی اس حیلہ طرازی میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ اگر امیر المومنین عربی النسل نہ ہوتے۔ اور لغت العرب پر ان کی نظر نہ ہوتی مگر وہ سمجھ چکے ہیں۔ کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ وہ عرب کے استعمال کے مطابق ہے۔ اور نص التنزیل سے بھی سر مو تفاوت نہیں۔ مگر تمہارے دعاوی از سرتاپا غلط ہیں اور تمہارا یہ کہنا کہ کلام الٰہی مخلوق ہے۔ سراسر قول زور (جھوٹا) اور افترا ہے +

بشیر۔ اچھا کتاب اللہ میں مفصل اور موصل کی تقسیم کرنے سے اگر تم نے قرآن میں تحریف نہیں

گی ؟ تو بتایئے کہ اُس میں مفصل اور موصل کہاں مذکور ہے ؟
میں۔ کہاں مذکور ہے !!! جناب! قرآن میں یہ سب کچھ موجود ہے۔ مگر ایسے مواقع پر کہ جہاں
تم جاتے ہو نہ جن کے سمجھنے پر تمہیں دسترس ہی نصیب ہے +

وصل اور اُس کی تسمیت کلام الٰہی میں

میں۔ ہاں! فرمایا:-

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (قصص)

اور باہم دگر جوڑتے ہیں ہم ایک دوسرے قول اپنے کو تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں +

لفظ وصل کی تسمیت قول ہی کے لئے ہے اور بحسب اساس مناظر النص التنزیل مثل کروی گئی۔ نہ کہ تاویل و تفسیر سے +

دوسری مثال

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا (رعد)

جو لوگ جوڑتے ہیں اُس کو جسکو جوڑنے کا حکم دیا اللہ نے اور ڈرتے ہیں رب اپنے سے۔ اور ڈرتے ہیں یوم الحساب سے۔ وہ لوگ جنہوں نے رضا الٰہی کی طلب کیلئے صبر کیا۔ اور نماز قایم کی۔ اور ہمارے دیئے میں سے خرچ کیا خفیہ و علانیہ۔ اور مٹاتے ہیں بُرائی کو نیکی کے ساتھ۔ اُن لوگوں کے واسطے ہے آخرت کا گھر۔ جو جنت ہے۔ ہمیشگی کا جس میں وہ داخل ہونگے +

باہم جوڑنے پر اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف فرمائی۔ اور ایک اس موقع پر نہیں بلکہ بہت زیادہ مواقعہ پر ایسے لوگوں کیلئے جنت ہمیشگی کا وعدہ فرمایا +

فصل کرنے والوں کیلئے دوزخ کا اقرار

دوسری طرف جو لوگ احکام الٰہی سے سرتابی کرتے ہوئے باہم فصل کر لیتے ہیں۔ اُن کیلئے یوں زجر فرمائی +

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ

اور جو لوگ توڑتے ہیں عہد اللہ کے بعد مضبوط کئے جانیکے اور قطع کرتے ہیں امر آلہی کے درمیان بجائے وصل کرنیکے۔ اور فساد کرتے ہیں زمین میں۔ اُن لوگوں کیلئے

لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ ہ (رعد) گھر ہے لعنت کا۔ اور واسطے اُن کے ہو وہ بُرا گھر۔

ایک مقام پر یوں فرمایا

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (بقرۃ) یہ توڑنے والے لوگ ہی خسارہ پانے والے ہیں۔

کلام باری میں فصل کی تتمیت

اب فصل کی تتمیت بھی سنئے۔ فرمایا:-

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (ھود) یہ کتاب محکم آیات والی ہے۔ پھر تفصیل وار بیان کرنیوالی ہے حکیم خبر رکھنے والے کی جانب سے نازل شدہ ہے۔

اور

حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (حٰم سجدہ) اُترنا کتاب کا ہے۔ منجانب رحمٰن کے جو کتاب تفصیل وار بیان کرتی ہیں آیات کو اور وہ گویا قرآن عربی ہے۔

ونیز

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ تحقیق مفصل بیان کیا ہم نے آیات کو واسطے قوم عقلمند کے

(ماموں سے مخاطب ہوکر) صاحب صدر! بشر مدعی ہے۔ کہ میں نے کتاب اللہ میں موصل اور مفصل کی تقسیم کرکے اُس کو ناقص قرار دیا ہے۔ کہ جس ارتکاب کی وجہ سے میں "بہتانًا عظیمًا و اثمًا کبیرًا" کا مصداق ہوں۔ حالانکہ عرب اور عجم تمام ہی بشر کے اس ادعا کے مخالف ہیں۔ مگر امیر المؤمنین جو بنفسہ اہل عرب سے ہیں۔ خوب سمجھتے ہیں۔ کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ وہ حرف بحرف مذاق عرب کے مطابق ہے۔ اور بعینہ کتاب اللہ سے نص التنزیل سے ثابت۔ اور کہ خداوند کریم ہی نے اپنے کلام کی تقسیم اس موصل و مفصل سے فرمائی ہے۔

ماموں کی طرف سے میرے لئے مزید آفرین

ماموں جو کہ ذوق طبعی اور مسرت قلبی سے بے طرح متاثر ہوتا جارہا تھا۔ بولا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اول مکالمہ ہی سے تم نے جو کچھ کہا۔ کلام عرب اور استعمال عرب کے مطابق کہا۔ تم اصلاً قواعد زبان سے متجاوز نہیں ہوئے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو تم کسی عنوان اس حد تک کامیاب نہ ہوسکتے تھے۔

میں۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ رب کعبہ کی قسم بشر کاذب ہے جس کے اس کذب کی توثیق امیر المؤمنین کی تصدیق بھی کر رہی ہے۔ رب کعبہ کی قسم میں فتحیابی سے مستمند ہوگیا ہوں۔

وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ کٰرِھُوْنَ (توبہ) اور غالب آ گیا حکم اللہ کا باوجودیکہ وہ برا کہتے رہے +

بشر۔ بلکہ اگر ہم اس "موصل" اور "مفصل" کو نہ بھی سمجھنا چاہیں۔ تو کچھ حرج نہیں +

مامون۔ (بشر سے) اب اس شق کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اس پر بہت کچھ ہو چکا ہے اور اصل بحث کی طرف عود کرو +

بحث وصل وفصل پر بشر کا عود ثانی

بشر۔ بجا۔ مگر میرے مناظر نے اپنی رنگین کلامی سے مجھے اس حد تک درغلانا چاہا۔ کہ میں اس شق (موصل و مفصل) پر مزید تنقید ہی بھول گیا۔ اس لئے میں اس پر تبادلہ خیالات کیلئے ایک اور موقعہ مانگتا ہوں +

مامون الرشید ابھی کچھ نہ کہنے پایا تھا۔ کہ میں نے خود بشر کی تائید کی۔ اور اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا +

اب مجھے ہی اس کے سوال متذکرۃ الصدر کا جواب دینا تھا۔ اس لئے میں نے یوں سوق کلام شروع کیا +

ہاں! اللہ نے ہم کو موصل اور مفصل کے سمجھنے کیلئے ضرور مکلف فرمایا ہے۔ تاکہ جس محل پر اللہ تعالیٰ نے وصل کا ارشاد فرمایا ہو۔ وہاں قطع کرکے اور جہاں قطع کا حکم ہوا وہاں وصل کرنے سے عاصی نہ ہو جائیں جیسا کہ میں نے ابھی ابھی تمہارے سامنے اُن آیات محکمات کا اعادہ بھی کر دیا ہے +

بشر۔ اس کو چھوڑیئے۔ اگر آپ کے پاس کوئی دلیل ہو تو لایئے۔ تاکہ میں سمجھ سکوں +

میں۔ (صدر سے) تعجب ہے۔ کہ میں ابھی ابھی اس شق پر بسیط روشنی ڈال چکا ہوں۔ آیات۔ لغت عرب اور اُن کی اصطلاحات تک سے اپنا مدعا ثابت کر دیا ہے۔ اس پر بشر اپنے نہ سمجھنے کا بہانہ کرتا چلا جائے تو میں سمجھا سکتا ہوں؟ +

مامون۔ اگر ابھی تک وہ نہیں سمجھ سکا۔ تو آئندہ بھی اس سے کیونکر یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ سمجھ سکے گا۔ پھر اس شق پر بحث سے غرض؟ عبدالعزیز اجرم اس نوع میں بھی فتح تمہاری طرف ہے اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ فریضۂ ظہر کیلئے مجلس برخاست کی جائے۔ کیونکہ اس کا وقت قریب آتا جا رہا ہے +

میں۔ کاش! امیرالمومنین۔ اتنی اجازت اور بھی مرحمت فرمائیں۔ کہ میں اس شق پر کچھ اور کلام

کر سکوں ۔ جو ما سبق کا اعادہ نہ ہو گا اور بغایت مختصر بھی ہو گی ◆

"میں نے حصول اجازت کے بعد بشر سے مخاطب ہو کر کہا :-

"تم یہ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں موصل اور مفصل کی معرفت کیلئے مکلف نہیں فرمایا؟"

بشر ۔ ہاں علی روس الاشہاد کہتا ہوں ◆

میں ۔ مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنے کلام میں موصل اور مفصل کی معرفت کیلئے مکلف نہیں فرمایا ۔ نہ انسان کو یہ مجاز ہی حاصل ہے ۔ کہ وہ اس کی کتاب میں تغیر یا اور کسی حیثیت سے کمی بیشی کر سکے ۔ کیونکہ جو شخص ایسا کرتا ہے ۔ وہ کافر ہے ۔ تو اب آپ ہی بتلایئے ۔ کہ اس مقولہ کا قائل صادق ہے یا کاذب ؟

بشر ۔ بلاشبہ صادق ! کیونکہ جو بدبخت بھی کتاب اللہ میں کسی قسم کی تغیر یا کمی بیشی کا ارتکاب کرے ۔ وہ یقیناً کافر ہے ۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو صرف اپنی معرفت اور اسکے علم کے لئے مکلف فرمایا ۔ نہ کہ اس موصل و مفصل کے تغیرات وکمی بیشی کے واسطے ◆

میں ۔ اگر تم یہی کہتے ہو ۔ تو اپنے نفس سے میرا مدعا دریافت کر لو (کیونکہ بشر خود ہی بحسب قول خود اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف اپنی معرفت اور علم کے علم مکلف فرمایا؛ عبد العزیز کا نقض کو تسلیم کر چکا تھا ۔ مترجم) مگر بشر اس کنایہ کو نہ سمجھ سکا ۔ اور کہا ۔

بشر ۔ اس تلبیس کو چھوڑ کر میرے سوال کا جواب دو ◆

کیونکہ قرآن کریم میں موصل کی بجائے مفصل کرنے پر کفر لازم آتا ہے

میں ۔ صاحب صدر سے مخاطب ہو کر دیکھیے ◆

شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ (آل عمران) — شہادت دی اللہ نے کہ تحقیق وہ اللہ ہے ایسا کہ نہیں کوئی اللہ سوائے اسکے اور ملائکہ نے بھی اسکی شہادت دی

اس آیت میں اگر کوئی شخص صلہ[1] کو علیحدہ کرتا ہوا عمداً یوں کہے ۔ کہ

شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ — گواہی دی اللہ نے کہ کوئی اللہ نہیں

(یعنی الا ھو نہ کہے) تو وہ شخص بالاتفاق واجب القتل کا فر قرار دیا جائے گا کیونکہ اس نے ذات صمدیت سے متعلق بدترین افترا جوڑا ۔ اور اس کی ربوبیت سے یکسر منکر

[1] بلحاظ وصل کلام ۔ مترجم ۔

ہو گیا جس کے اس افترا پر اللہ تعالیٰ اُس کے فرشتے اور تمام اہل علم شاہد ہیں۔ مگر جب وہ اس صلہ کو اسی طرح قایم رکھے گا جس طرح کہ منزل القرآن نے رکھا یعنی "شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو" الخ (الآیۃ) اُس وقت لاجرم وہ شخص صادق القول اور راسخ الاعتقاد مسلمان ہوگا۔

اسی طرح آیت

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (آل عمران) وہ اللہ ایسا اللہ ہو کہ اور کوئی اُس کے ساتھ اللہ نہیں وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور قایم رہنے والا ہے +

کو سمجھ لیجیے۔ اور اس قسم کی ابھی چالیس آیات کتاب اللہ میں اور بھی موجود ہیں جن میں لا الٰہ کے بعد الا ہو قطع کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے +

فصل کی دوسری قسم کی مثالیں

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَھَا (البقرۃ) بیشک اللہ نہیں شرماتا۔ کہ بیان کرے وہ مثال ایک مچھر کی یا اُس سے کسی بڑی شے کی۔

میں صلہ کو قطع کرتے ہوئے اگر "ان اللہ لا یستحی" ہی کہہ دے۔ تو وہ یقیناً کافر اور واجب القتل کافر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بے حیا ٹھہراتا ہے۔ لیکن جب وہ صلہ کو اپنے موصول کے ساتھ منضم کر کے ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضہ فما فوقہا کہ دے گا۔ تو وہی شخص مسلمان اور راسخ الاعتقاد مسلمان ثابت ہوگا +

اسی طرح آیت۔

وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَاۤ اِلَّا ھُوَ (انعام) اُس کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں نہیں جانتا اُن کو سوائے اُس کے دوسرا۔

کو کوئی شخص صرف عندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا پڑھ کر اُس کا صلہ الا ھو کو عمداً چھوڑ دے۔ تو ایسا بدبخت شخص کافر اور واجب القتل کافر قرار دیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب نہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ لیکن جب وہ صلہ کو کلام سابق (موصول) کے ساتھ منضم کر کے لا یعلمہا الا ھو بھی کہہ دے۔ تو وہ صادق القول اور راسخ الاعتقاد مسلمان کہلائے گا +

مامون۔ احسنت! احسنت! یا عبد العزیز (خوب کہا) اگر تم ایک آیت پر بھی اکتفا کرتے تو تمہارے اثبات دعویٰ کے لئے کافی تھا +

اسیطرح کیونکر قرآن کریم میں مفصل کی بجائے موصل پڑھنے پر کفر لازم آتا ہے

سنیئے!

لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (النحل) — واسطے اُن لوگوں کے جو آخرت پر ایمان نہیں لائے بُری مثال ہے اور واسطے اللہ کے مثل اعلیٰ ہے +

پس جو شخص "مَثَلُ السَّوْءِ" اور "وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی" میں قطع کی بجائے وصل کرتا ہوا یوں کر دے۔ کہ مثل السوء وللہ (اللہ تعالیٰ کے لئے صفت بری ہے) پس ایسا شخص بالاتفاق کافر اور واجب القتل کافر ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھی اُن لوگوں سے ساتھ ملاتا ہے جو قیامت پر ایمان نہیں لائے۔ و اگر اس آیت میں بجائے وصل کے فصل کرتا ہوا یوں پڑھے کہ مثل السوء وللہ المثل الاعلیٰ تو گویا وہ سچا مسلمان اور راسخ الاعتقاد مومن ہے +

اسی طرح آیت

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰی ۚ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا (توبہ) — اور کیا اُس نے کلمہ اُن لوگوں کا جو کافر ہوئے نیچا۔ اور کلمہ اللہ کا وہ ہے اونچا۔

پس جو شخص بجائے فصل کے وصل کرتا ہوا یوں کہہ دے کہ وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ پس ایسا شخص بالاتفاق کافر اور واجب القتل کافر ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے کو بھی کفار کے کلام کے ساتھ منضم کرتا ہوا اُس کو مغلوب قرار دیتا ہے۔ اور اگر اس آیت میں بجائے وصل کے فصل کرتا ہوا یوں پڑھے۔ کہ

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰی وكلمۃ اللہ ھی العلیا (جیسے کہ آیت سے ہی) تو وہ شخص واقعی مسلمان اور راسخ الاعتقاد مومن ہے +

مامون۔ احسنت! یا عبد العزیز (خوب کہا تم نے۔ اے عبد العزیز!)

میں۔ نہیں!! ابھی اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات باقی ہیں +

مامون۔ لیکن اتمام حجت کے لئے یہ بھی بہت ہیں۔ بلکہ اگر آپ اس میں سے بھی ایک ہی آیت پیش کرتے تو کافی ہوتی +

مامون۔ (بشر سے) تمہارے مناظرے موصل اور مفصل کی تمیز سے جن پر تم اعتراض کر رہے تھے۔ تمہارے اوپر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ اب کس عنوان سے کلام کرو گے؟

بشر کا نص التنزیل سے فرار

بشر (صاحب صدر سے) میرا مخاصم اگر ہر ایک بات میں نص التنزیل کو اساس قرار دیگا تو یہ محال امر ہے۔ کہ جملہ اختلافات میں صرف اُسی کو حکم قرار دیا جا سکے۔ بلکہ جبتک انسان تاویل اور تفسیر کا دست نگر نہ بنے۔ اُس کیلئے چارہ کار ہی کیا ہے۔ اور یہ حقیقت اور بھی مشتبہ ہے۔ کہ انسان کے تمام حوائج میں قرآن کریم ہی کام آسکتا ہے ٭

میں۔ کیوں نہیں۔ ہماری ہر ایک ضرورت قرآن کریم ہی سے پوری ہو سکتی ہے جیسا کہ فرمایا

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (انعام) نہیں چھوڑی ہم نے کتاب میں کوئی شے ٭

جس سے عقلمند نے اپنی فراست کے مطابق اور کفار نے اپنے جہل کے موافق کوئی نہ کوئی مطلب نکال لیا ٭

محمد بن جہم کا دخل در معقولات اور قرآن کریم کی تکمیل سے انکار

یہ سُنکر محمد بن جہم کی بھی بزعم خود بن آئی۔ اور زمین پر گھٹنے ٹیک کر بشر سے سابقت کرتا ہوا بولا ٭

آپ یہ کہتے ہیں؟ کہ ہماری تمام ضروریات کی تکفیل قرآن کریم ہی کر سکتا ہے۔ اور ہر ایک اختلاف میں ہم اُس سے فیصلہ لے سکتے ہیں؟ اور وہ بھی نص التنزیل ہی سے گویا تاویل و تفسیر کی حاجت ہی نہیں رہتی؟

میں۔ ہاں میرا یہی دعویٰ ہے۔ تم اگر کچھ اعتراض کرنا چاہو۔ تو بسم اللہ میں انشاء اللہ نص التنزیل ہی سے جواب دونگا ٭

چٹائی کا ماجرا نص التنزیل میں

محمد بن جہم نے میرے اس ادعا کو ایک گونہ حمق پر محمول کرتے ہوئے اُس چٹائی پر جو اس بڑے کمرے میں بچھی ہوئی تھی۔ جہاں مجلس مناظرہ منعقد تھی۔ ہاتھ رکھکر سوال کیا

اچھا اس چٹائی کی تخلیق ہی آپ نص التنزیل سے ثابت کر دیجئے؟

میں۔ بہت اچھا۔ مگر آپ اتنا تو تسلیم کرتے ہیں نا! کہ یہ چٹائی درختوں کی شلخ اور چوپائے کی کھال سے بنی ہوئی ہے؟

محمد بن جہم۔ بیشک مجھے اس کے اعتراف سے قطعی مفر نہیں ٭

میں۔ یہ بھی بتا دیجئے۔ کہ ان دونوں چیزوں کے سوائے اور تیسری شے تو اس میں داخل ہی نہیں؟

محمد بن جہم۔ ہرگز نہیں۔ ایک صرف انسان کی صنعت کا البتہ اس میں اور خلل ہے +
میں۔ سنیئے۔ اللہ تعالیٰ نے درختوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد کیا +

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ (واقعہ) — کیا درختوں کو تم نے پیدا کیا۔ یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں

جناب یہ تو درخت اور اُن کی شاخوں پر نص ہو گئی۔ اب سنیئے +

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ (النحل) — اور چوپائے۔ ہم نے اُن کو تمہارے لئے پیدا کیا خنکی کھال اور دیگر اشیاء سے تم فائدہ اُٹھاتے ہو +

یہ نص ہوئی چارپایوں کی کھال سے متعلق۔ رہی صنعت انسانی تو اُن پر یہ آیت شاہد ہے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (ق) — ہم نے پیدا کیا انسان کو۔

پس آپکی یہ چٹائی قطع نظر تاویل و تفسیر دونوں کے نص التنزیل سے مخلوق ثابت ہو گئی۔ کیا آپ بھی اسی طرح نص التنزیل سے قرآن کا مخلوق ہونا ثابت کر سکتے ہیں؟ اگر آپ اس میں قاصر ہیں۔ اور یقیناً۔ تو سمجھ لیجئے کہ آپ کا یہ ادعا ہی کاذب ہے۔ اور قرآن کریم کا نص التنزیل سے من کل الوجوہ غیر مخلوق ہونا ثابت +

یہاں آکر مامون نے محمد بن جہم کو مزید مکالمہ سے روک دیا۔ اور کہا کہ تم کو فریقین کے درمیان درآنے کا کیا حق حاصل ہے؟ اُن دونوں کو اپنے حال پر رہنے دو +

بشر کی شکست پر شکست اٹھانے سے اُسپر مامون کا اظہارِ خشم

صاحب صدر نے اُدھر بشر سے کہا۔ آپ کو ابھی اور کسی شق پر کلام کرنا باقی ہے؟ ورنہ ہم مجلس برخاست کئے دیتے ہیں۔ کیونکہ وقت بہت گزر چکا ہے +

بشر۔ جناب! مناظرہ کی جدید تاسیس نص قرآنی کے بجائے عقل و فلسفہ پر ہونے کی صورت میں میرے ابھی بہت سے دلائل باقی ہیں۔ مگر مشکل تو یہ ہے۔ کہ نص التنزیل کی بجائے قیاس و عقل پر جو دلائل مبنی ہیں۔ میرا مناظر ان کو درمیان لانے ہی نہیں دیتا۔ البتہ اگر وہ نص التنزیل کی بجائے مناظرہ کی بنا عقل و فلسفہ پر رکھے۔ تو پھر میں اُس کو اپنے دعاوی تسلیم کراتا ہوا مسئلہ خلق قرآن پر اپنا موافق نہ بنالوں تو بیشک میرا خون آپ کے لئے مباح ہے +

اگر میں نص التنزیل کیطرح فلسفہ اور عقل سے بھی بشر پر غالب آؤں۔ تو بشر کا خون مباح سمجھا جائے

مامون (بشر سے) جس شخص کی اساس مناظرہ کتاب و سنت پر ہو میں اُس سے یہ کیونکر

کہوں۔ کہ تم قرآن وحدیث کی بجائے عقل وفلسفہ پر اُس کی بنیاد رکھ لو۔ جس کو میں اصلاً جائز نہیں سمجھتا
میں۔ امیرالمومنین میں التماس کرتا ہوں۔ کہ آپ بشر کی التجا کے موافق مجھے اجازت مرحمت
فرمائیں۔ کہ بجائے قرآن وحدیث کے فلسفہ اور قیاس کے مطابق اُس سے کلام کروں
اور جناب اس کا التزام بھی بیشک کریں۔ کہ اگر اس بنا پر بھی میں اپنے فریق پر غالب نہ آ سکوں
تو میرا خون آپ کے لئے مباح ہے۔ ورنہ بِشر کو دار پر چڑھا دیا جائے۔ جیسا کہ وہ خود ہی شرط
باندھ رہا ہے +

مامون۔ بہت اچھا +

میں۔ مگر اتنا اور بھی خیال رہے۔ کہ بشر میرے کسی سوال پر تجاہلِ عارفانہ نہ برتے جیسا کہ وہ کرتا
چلا آرہا ہے +

بِشر۔ بیشک میں اصلاً تجاہلِ عارفانہ نہ برتونگا +

میں۔ اچھا! آپ پہلے سوال کرینگے یا میں!

بِشر۔ آپ!

اِدھر بشر اور اُس کے دیگر حوارئین بزعم خود یہ تصور کئے بیٹھے تھے۔ کہ کیا ہوا۔ اگر
عبدالعزیز نے قرآن وحدیث کے اساس پر نصرت حاصل کر لی۔ مگر محال ہے کہ وہ فلسفہ وقیاس
کے مطابق بشر کے سامنے فائز المرام ہو سکے +

میرے فلسفیانہ اعتراض پر بشر کا تجاہلِ عارفانہ

میں۔ آپ یہی کہتے ہیں نہ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کلام کو پیدا کیا +

بِشر۔ میں تو کہتا ہی ہوں کہ اُس نے کلام کو پیدا کیا +

میں۔ تو عقلی حیثیت سے لازم آئیگا۔ کہ آپ اپنے اس ادعا کے مطابق ذیل کی تین شقوں
میں سے صرف ایک پر کاربند ہو سکیں +

اول۔ اللہ تعالیٰ نے کلام کو اپنی ذات کے اندر پیدا کیا +

دوم۔ اللہ تعالیٰ نے کلام کو اپنے ماسوا میں پیدا کیا +

سوم۔ اللہ تعالیٰ نے کلام کو اِس حیثیت میں پیدا کیا۔ کہ وہ کلام قایم بنفسہ ہو +

بِشر۔ (پھر اُسی تجاہلِ عارفانہ کے ساتھ) میں تو یہ کہتا ہوں کہ اُس نے کلام کو بھی اُسی
طرح پیدا کیا جس طرح دیگر اشیاء مخلوقہ کو +

ہیں۔ خوب ما آپ ہی کی استدعا کے مطابق کتاب و سنت سے قطع نظر کرتے ہوئے
اساس مناظرہ قیاس وعقل کو قرار دیا گیا۔ آپ ہی نے یہ شرط باندھی کہ اگر قیاس و
عقل سے تبادلہ خیالات کرنے پر عبدالعزیز مسئلہ خلق قرآن میں میری متابعت نہ کرے
تو امیرالمومنین کے لئے میرا خون مباح ہے۔ اور آپ ہی نے یہ قید تسلیم کرلی۔ کہ آپ
پہلے کی طرح میرے کسی سوال کے جواب میں تجاہل عارفانہ سے کام نہ لینگے۔ مگر اب
آپ ہی اس تجاہل عارفانہ کو آڑے لاتے ہوئے گویا تمام حدود وشروط سے خود
ہی متجاوز بھی ہوتے چلے جارہے ہیں! کہ آپ کی جن جسارتوں کو امیرالمومنین بنفس
ملاحظہ فرمارہے ہیں ✦

مامون۔ (بشر سے) عبدالعزیز نے تمہارے جدید تعمیر اساس کے مطابق قرآن و سنت
کو چھوڑ کر عقل و فلسفہ پر بنیاد مناظرہ رکھی۔ پھر بھی تم صاف جواب سے اعراض کرنے
سے احتراز نہیں کرتے ✦

بشر۔ میں نے تو جواب دیدیا ہے۔ مگر میرا مناظر حسب عادت عمداً تلبیس کرنا چاہتا ہے

مامون کی بشر کو زجر اور مجھ سے سوال مذکور کی طلب توضیح

مامون نہیں! تم بغیر کسی حیلہ سازی کے اُن کے سوال کا جواب دو ✦

بشر۔ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اگر وہ جواب نہیں۔ تو پھر اور کوئی جواب میرے پاس نہیں ہے

مامون۔ (مجھ سے) واقعی بشر نے تمہارے سوال سے تجاہل برتا۔ اب اُس سے دماغ
سوزی لاحاصل ہے۔ لیکن بہتر ہے۔ اگر آپ ہی اپنے سوال کی تمام شقوں پر مزید روشنی
ڈالیں۔ تاکہ مجلس آپکے افادات سے مستفید ہو سکے!

میں۔ بہت اچھا! امیرالمومنین۔ میں نے بشر سے دریافت کیا۔ کیا کلام اللہ مخلوق ہے
اُس نے کہا۔ "ہاں"۔ پھر میں نے کہا۔ اگر تم یہ دعویٰ کرتے ہو۔ تو ان تینوں شقوں میں سے
کوئی ایک شق لازماً تم کو تسلیم کرنی پڑے گی یعنی یا تو تم یہ تسلیم کرو۔ کہ

(۱) اللہ تعالےٰ نے کلام کو اپنی ذات کے اندر پیدا کیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے کلام کو اپنے ماسوا میں پیدا کیا ✦

(۳) اللہ تعالےٰ نے کلام کو اس حیثیت میں پیدا کیا۔ کہ وہ کلام بنفسہ
قایم ہو گیا ✦

شق اول اللہ تعالیٰ کا کلام کو اپنی ذات کے اندر پیدا کرنے پر اعتراض

اندرین صورت یہ اعتراض وارد ہوتے ✦

ا۔ اللہ تعالیٰ کا نفس بحیثیت مکان تسلیم کرنا پڑتا۔ حالانکہ یہ خلاف قیاس ہے۔

ب۔ اللہ تعالیٰ کو ناقص تسلیم کرنا پڑتا۔ کیونکہ اس کو پھر اپنے اندر علم پیدا کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ یہ بھی خلاف قیاس ہے ✦

پس جو شخص ایسا انوکھا دعوےٰ کرے۔ وہ کافر اور واجب القتل کافر ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا منکر ہے ✦

شق دوم اللہ تعالیٰ کا کلام کو اپنے ماسوا میں پیدا کرنے پر اعتراض

اگر ہم یہ تسلیم کریں۔ کہ اس نے کلام کو اپنے ماسوا میں پیدا کیا۔ تو بھی عقل و قیاس کے سراسر منافی ہے۔ کیونکہ اندریں احوال تمام کلمات کفر وسحر کی تولید اسی کی طرف سے ہوتی۔ اور لامحالہ ماننا پڑتا۔ کہ قول الزور اور یاوہ گوئی۔ وغیرہ بھی سب اسی نے پیدا کئے ہیں پس جو شخص ایسا ادعا کرے۔ وہ بدبخت یقیناً کافر اور واجب القتل کافر ہے۔ کیونکہ وہ ذات باری کی طرف ایسے لغو اتہامات کا انتساب کرتا ہے ✦

شق سوم اللہ تعالیٰ نے کلام کو اس حیثیت میں پیدا کیا کہ وہ کلام قایم بنفسہ ہوگیا

اور اگر ہم یہ تسلیم کریں۔ کہ اس نے کلام کو اس حیثیت میں پیدا کیا۔ تو بھی عقل و قیاس کے سراسر منافی ہے۔ کیونکہ جس طرح ارادہ بغیر مرید کے۔ علم بغیر عالم کے۔ اور قدرت بغیر قادر کے ناممکن ہے۔ اسی طرح کلام بغیر متکلم کے بھی محالات میں سے ہے۔ اور یہ بھی ایک ایسا انوکھا ادعا ہے۔ کہ آج تک کوئی فلسفی جس کو زبان پر نہیں لایا پس جو شخص اس کا دعوےٰ کرے وہ بھی کافر ہے اور واجب القتل کافر ✦

عقل و قیاس کے مطابق اُس کا کلام قدیم ہی

پس جبکہ ان تینوں شقوں میں سے کسی ایک شق کے ساتھ بھی اُس کا کلام مطابقت نہیں کرسکتا۔ اور یقیناً نہیں کرسکتا۔ تو ثابت ہوا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات غیر مخلوق ہی ہیں۔ لہٰذا ازروئے عقل و قیاس بھی بشر کا ادعا خلق قرآن باطل قرار پایا۔ جیساکہ اس سے پہلے کتاب وسنت کے مطابق وہ لغو ثابت ہوچکا ہے ✦

ذات باری کی ازلیت پر بحث

مامون ۔ احسنت یا عبد العزیز (خوب کہا) +

مگر میرا حریف خلیفہ وقت کی اس داد ستد پر کیونکر ضبط کر سکتا تھا ۔ اس لئے اب اس نے پھر وہی کہا جس کو وہ اوائل مناظرہ ہی سے ہر شکست پر رٹتا چلا آرہا تھا +

بشر ۔ تم خواہ مخواہ ہی طول کلامی کرتے چلے جا رہے ہو ۔ اس لئے اب میں ایک دوسری حیثیت سے اپنا سوال پیش کرتا ہوں ۔ مگر چونکہ اس وقت خود مجھے بھی بشر سے کچھ کہنا باقی تھا اس لئے اُس کو موقعہ دینے کی بجائے میں نے کہا +

میں ۔ آپ اس کو تسلیم کرتے ہیں ۔ کہ

(۱) اللہ تعالیٰ ہر ایک شے کے پہلے موجود تھا ؟

(۲) اللہ تعالیٰ کوئی فعل کرنے سے پہلے بھی موجود تھا ؟

(۳) اللہ تعالیٰ کوئی چیز پیدا کرنے سے پہلے بھی موجود تھا +

بشر ۔ ہاں ! میں اس کو مانتا ہوں +

میں ۔ تو جب اشیاء پہلے موجود نہ تھیں پھر وہ کیونکر عالم وجود میں آئیں یعنی وہ بذاتہ پیدا ہو گئیں ؟ یا اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا ؟

بشر ۔ بلکہ اللہ ہی نے اُن کو پیدا کیا ۔

میں ۔ اللہ تعالیٰ نے کس طریقہ کے ساتھ پیدا کیا ؟

بشر ۔ اپنی قدرت کے ساتھ +

میں ۔ تو گویا آپ اس کو تسلیم کرتے ہیں ۔ کہ وہ ہمیشہ ہی سے قادر بھی ہے +

بشر ۔ بیشک ۔ میں یہی کہتا ہوں ۔ کہ ہمیشہ ہی سے قادر بھی ہے +

میں ۔ تو اس کا مطلب یہ ہے ۔ کہ تم کہتے ہو ۔ وہ ہمیشہ ہی سے فاعل بھی ہے +

بشر ۔ ہرگز نہیں +

میں ۔ یعنی تم یہ کہتے ہو ؟ کہ اُس نے اشیاء کو ایک ایسے فعل سے پیدا کیا ۔ جو فعل اُس کی قدرت میں سے تھا ۔ مگر وہ فعل بذاتہ قدرت نہ تھا ؟ کیونکہ قدرت اُس کی صفات میں سے ایک صفت ہے ۔ اس لئے صفات اللہ کو عین اللہ کہا جائے گا ۔ اور نہ غیر اللہ کہا جائے گا ۔ بلکہ ان دونوں باتوں (۱) صفات اللہ عین اللہ ہیں ۔ یا (۲) غیر اللہ ہیں ، میں سے کوئی ایک

ضرور آپ کو تسلیم کرنی پڑے گی +

بشر۔ پھر آپ کو بھی یہ اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ وہ ہمیشہ ہی سے فاعل اور خالق بھی ہے۔ اگر تم یہ تسلیم کرو گے۔ تو لازم آئے گا کہ مخلوق خالق کے ساتھ ازل سے ہے +

میں۔ آپ کو ہرگز اس کا حق نہیں۔ کہ میں جس امر کا مدعی نہیں ہوں۔ آپ اُس کا انتساب میری طرف کریں۔ میں نے یہ کب کہا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ہی سے فاعل اور خالق بھی ہے نہیں بلکہ میں نے یہ کہا تھا۔ کہ وہ ایک ایسا فاعل ہے۔ جو جب چاہئے۔ کوئی ایسا فعل کرسکتا ہو اور ایک ایسا خالق ہے۔ کہ وہ جب چاہے۔ پیدا کرسکتا ہے۔ کیونکہ فعل اُس کی ایک صفت ہے جس پر وہ قادر ہے۔ اور اُس کو اُس فعل کے کرنے سے کوئی مانع نہیں ہو سکتا +

خلق اشیاء کیلئے تین امور لازمی ہیں جن میں سے ایک قول بھی ہے

بشر۔ اچھا اس کو تو جانے دیجئے۔ مگر میں نے جو یہ کہا تھا۔ کہ اُس نے تمام اشیاء کو اپنی قدرت کے ساتھ پیدا کیا۔ اس پر آپ کو کیا کہنا ہے +

میں۔ صاحب صدر سے) آپ شاہد ہیں۔ بشر نے کہا تھا۔ کہ ”اللہ تعالےٰ ہر ایک شئے سے پہلے موجود تھا۔ اور کوئی سے شئے موجود نہ تھی۔ پھر اُس نے اپنی قدرت سے اُن کو پیدا کیا“۔ اور میں کہتا ہوں۔ کہ اُس نے اشیاء کو اپنے امر اور قول کے ساتھ جو اُس کی قدرت پر مبنی ہیں۔ پیدا کیا +

مامون۔ میں اس پر گواہ ہوں +

میں۔ اندریں صورت لازم آئے گا۔ کہ جو کچھ اُس نے پہلے پیدا کیا۔ وہ ایک ایسے قول سے پیدا کیا ہو جس کو اُس نے کہا ہو گا۔ اور ایک ایسے ارادہ سے کیا جس کا اُس نے ارادہ کیا ہو گا۔ اور ایک ایسی قدرت کے ساتھ کیا جس پر وہ قادر ہو گا۔ ہے نا؟

مامون۔ بالکل درست ہے۔ اور بشر آپکے موخرالذکر دو امور ہیں (۱) ارادہ و مرید (۲) قدرت و قادر میں تو متفق ہے۔ مگر شق اول (قول و قائل) میں مخالف +

میں۔ وہ کچھ کہا کرے۔ مگر میں نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ خلق اشیاء کیلئے امور ذیل کا لزوم لابدی ہے +

(۱) ارادہ۔ مرید (اسم فاعل ارادہ کرنے والا۔ مترجم)

(۲) قول ـ قائل (قول کہنے والا یہ بھی اسم فاعل ہے ـ مترجم)

(۳) قدرت ـ قادر (قدرت رکھنے والا اسم فاعل ہے ـ مترجم)

اور ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ خلق اشیاء سے پہلے موجود تھا پس جو شئے خلق اشیاء سے پہلے موجود تھی ـ وہ کسی طرح مخلوق نہیں ہو سکتی ـ اور انہی میں سے ایک قول بھی ہے قسم ہے اللہ عزوجل کی کہ میں نے عقل سے بھی بشر کو شکست دیدی ـ انشاء اللہ تعالیٰ ـ

بشر مریسی کی شکست قیاس سے

اور اب از روئے قیاس اُس کا تارپود بکھیرتا ہوں ٭

مامون ـ ضرور بیان کیجئے ـ مگر بالاختصار ـ کیونکہ نماز کا وقت آرہا ہے ٭

میں ـ صاحب صدر! بالفرض میرے مناظر بشر مریسی کے دو غلام ہوں جن میں سے ایک کا نام خالد اور دوسرے کا یزید ہو جن کی نسبت سوا بشر کے مجھے دوسرا آگاہ بھی نہیں کر سکتا ـ مگر بشر مجھ سے کوسوں دور رہتا ہے ـ اب بشر نے مجھے وہاں سے جہاں وہ رہتا ہے اٹھارہ خطوط بھیجے ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ اور ان میں سے اٹھارہ ہی میں لکھا کہ ان سب کو میرے غلام خالد کو سونپ دو ـ اور ان کے سوا اور جو خطوط میری طرف ایسے لکھے جن میں مجھے ہدایت کی ـ کہ یہ جو خط یزید (انہیں میرے غلام یزید کا لفظ نہ تھا) کے حوالے کردو ـ اس کے بعد بشر نے مجموعہً مجھے ایک خط لکھا جس میں یہ ہدایت تھی کہ یہ خط خالد میرے غلام اور یزید کے حوالے کردیں (اس میں صرف خالد کے ساتھ غلام کا لفظ تھا) اس واقعہ سے کچھ عرصہ بعد بشر صاحب سفر سے واپس تشریف لائے ـ باہم واقعات سفر کے تذکار ہونے لگے ـ پھر کچھ اور باتیں ہوئیں ـ اُس کے بعد خطوط کا ذکر آیا ـ تو بشر نے مجھ سے کہا ـ آپ کو معلوم نہ تھا ـ کہ یزید بھی میرا غلام ہی ہے؟ میں نے کہا جناب! آپ نے میری طرف ایک نہیں دو نہیں لکھے جو خط یزید کے لئے بھیجے ـ مگر ایک میں بھی یہ نہ لکھا ـ کہ "میرے غلام یزید" کو دیدو ـ اُدھر آپ کے سوا کوئی اور اس حقیقت کو بھی بتانے والا نہ تھا ـ کہ یزید بشر صاحب کا غلام ہے ـ پھر میں کیونکر سمجھ سکتا تھا ـ کہ وہ آپکا غلام ہے ـ البتہ پہلے اٹھارہ خط جن میں آپ نے یہ لکھا تھا ـ کہ یہ خط "میرے غلام خالد کو سونپ دو" اُن سے میں نے سمجھ لیا کہ خالد آپ کا غلام ہے ـ جب گفتگو یہاں تک پہنچی تو بشر مجھ سے کہنے لگا کہ واہ تم نے خوب سمجھا! میں نے جواباً کہا جو کچھ آپ نے لکھا تھا ـ اتنا تو

میں نے سمجھ لیا +

بشر: اس میں سراسر کوتاہی آپ کی ہے +

میں: یہ آپکی لغزش ہے۔ کہ مجھے یزید کے غلام ہونے کا نہ بتایا۔ غرض ادھر میں قسمیں کھا کر کہتا ہوں کہ بشر نے سہو کیا۔ ادھر وہ کہتا ہے۔ کہ عبدالعزیز واللہ! تم نے غفلت برتی۔

اب میں امیرالمومنین کے حضور میں یہ تمام فرضی قضیہ پیش کرنے کے بعد آپ سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ فی الحقیقت اس میں کس کا تساہل فرض کیا جا سکتا ہے +

مامون: اس امر میں صرف بشر کی لغزش ہے۔

قیاس کے مطابق اتمام حجت اور خاتمہ سخن

ادھر بشر اس مثال کو بھول بھلیاں سمجھ کر بھونچکا سا رہ گیا۔ اور کہا "اس مثال سے آپکی غرض؟ اور مباحثہ میں اس سے سروکار؟"

میں: کیوں نہیں! تحمل کیجئے! تشریح کئے دیتا ہوں +

اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ مواقع پر تخلیق انسان کا ذکر فرمایا اور ہر ایک مقام پر لفظ خلق کے ساتھ

میں: صاحب صدر! اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ مقامات پر تخلیق انسان کا ذکر فرمایا۔ مگر ہر ایک محل پر انسان کے مخلوق ہونے کا ذکر بھی لازماً فرمایا (جیسا کہ میں نے مثالاً بشر کی جانب سے اپنی طرف اٹھارہ خطوط آنے کا ذکر کیا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک میں بشر نے مجھے ہدایت کی۔ کہ یہ "میرے غلام خالد کو دیدینا")

اللہ تعالیٰ نے چون مقامات پر قرآن کا تذکرہ فرمایا

ادھر اللہ تعالیٰ نے چون مواقع پر قرآن کا لفظ تذکرۃً فرمایا۔ مگر ایک مقام پر بھی اس کے مخلوق ہونے کا اشارہ نہیں کیا (جیسا کہ میں نے مثالاً بشر کی جانب سے اپنی طرف چون ایسے خطوں کا ذکر کیا ہے جن میں کے ہر ایک میں صرف یہ لکھا تھا۔ کہ ان یزید کے حوالہ کردو +

ایک آیت میں انسان کو مخلوق اور قرآن غیر مخلوق قرار دیا

پھر اللہ تعالیٰ نے مجمعاً ...... ایک محل پر انسان اور قرآن دونوں کا تذکرہ فرمایا (جیسا کہ مثالاً میں نے تیسری مثال میں عرض کیا ہے) مگر اس میں صراحتاً انسان

کے مخلوق ہونے کا ذکر تو فرما دیا۔ پر قرآن کریم کے خلق ہونے کی نفی بھی کر دی۔ سینئے

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (الرحمٰن) — وہ ایسا رحمٰن ہے جس نے قرآن پڑھایا۔ انسان کو پیدا کیا۔ اس کو قرآن سکھایا ؛

پس اس سے ثابت ہوا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی غلطی ہے (معاذ اللہ) جیسا ابھی ابھی میری مثال پر امیر المومنین نے بھی بشر کی طرف سے لغزش پر صاد کیا تھا۔ اللہ کہ میں نے قیاس کے مطابق بھی بشر کی حجت کو اڑا دیا۔ فالحمد للہ رب العالمین

مامون کی جانب سے خسروانہ عطایا

مامون۔ یہ سُنکر پھر احسنت یا عبد العزیز کے نعرے بلند کرنے لگا اور میری کامیابیوں کی قدر افزائی کی صورت میں مجھے دس ہزار درہم عطا فرمائے وہ دربار شاہی جس میں گویا میں پابجولاں گیا تھا۔ وہاں سے یوں فائز المرام اور فتحمند ہو کر لوٹا میں نے اللہ عزوجل کے لئے بیحد اظہار تشکر و امتنان کیا۔ اس کی بارگاہ عالی میں سر نیاز رکھ کر کہا۔ الحمد للہ تو نے اپنی طرف سے اپنے دین کو عزت بخشی۔ اور اس۔ گمراہ مخالفین کو خوار کیا ؛

میری فتحمندی سے مسلمانوں کو مسرت

سار مانوں کی فرحت و ابتہاج کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ میرے مستقر پر جوق در جوق آنے لگے۔ ایک خلقت تھی۔ جو میرے مکان پر ٹڈی کی طرح چھا گئی جس پہ مجھے ناچار دروازہ بند کرنا پڑا ؛

وجہ تصنیف کتاب الحیدہ

اب حال یہ تھا۔ کہ دنیا آتی ہے۔ اور مجھ سے اس ماجرا کو دریافت کرتی چلی جا رہی ہے۔ آخر میں ہر ایک سے کہاں تک بیان کرتا۔ اس پر بعض مخلص احباب نے اس واقعہ کو ضبط میں لانے پر اصرار فرمایا۔ اور میں نے مناظرہ کی تمام روئداد ان مختصر الفاظ میں قلمبند کر دی جس سے دنیا جہان کے اژدہام سے مجھے نجات نصیب ہوئی

وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی الامی وعلی الہ واصحابہ وسلم فقط

(مین امام عبد العزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ) (مترجم امام خان نوشہروی عفی عنہا)

فہرست مضامین فتنۂ خلق قرآن

تمت

مرتبہ مترجم